امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد 7 اگست 2018ء بمطابق ذی الحجہ 1439ھ شمارہ 6

ناکام جنرل کا، کامیاب مداری پن

عظیم جہادی شخصیت

مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ

کی وفات کے متعلق

امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

طالبان کابل میں

صحافیوں کے قاتل کون؟

جنرل ملر، چیلنجز اور توقعات

تین صوبوں کی فتح اور دشمن کا پروپیگنڈا

افغان جنگ اور بلیک واٹر کی بازگشت

فرمان نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم

عن عائشة رضی الله تعالٰی عنها ان رجلا استاذن علی النبی ﷺ فقال ائذنوا بئس اخو العشیرة [متفق علیه] احتج به البخاری فی جواز غیبة اهل الفساد واهل الریب۔

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اس کو اجازت دے دو، [پھر فرمایا] یہ اپنے خاندان کا برا آدمی ہے۔ [بخاری، مسلم] امام بخاری رحمۃ اللہ نے اس حدیث سے اہل فساد اور مشتبہ لوگوں کی غیبت بیان کرنے کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔

تشریح: حدیث بالا سے امام بخاری رحمۃ اللہ کا استدلال کہ لوگ اس کی ظاہری حالت سے دھوکہ نہ کھائیں اس لئے لوگوں کو اس کے بارے میں مطلع کر دیا جائے کہ جس سے ان کے دین اور دنیا کا نقصان نہ ہو تو ایسے شخص کے بارے میں مطلع کرنا یہ غیبت میں شمار نہ ہوگا۔ جیسے کہ آپ ﷺ نے اس آدمی کا حال بیان فرمایا۔ اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے بھی بعض لوگوں کے اس قسم کے احوال کا بیان کرنا ملتا ہے مگر اس میں شرط یہ ہے کہ یہ کسی فائدہ کے پیش نظر ہو ورنہ درست نہیں ہے۔

فرمان امیر المومنین شیخ هبة الله اخندزاده حفظه الله

استعمار افغانستان میں فتنہ، بد اخلاقی، تعصب اور تنازعات کو بھی جنم دینا چاہتا ہے۔ ہمارے خطے کے قیمتی ذخائر لوٹے جا رہے ہیں۔ اپنے استعماری اہداف کے حصول کے لیے یہاں نئے جنگی گروہوں کو منظم کر رہا ہے۔ اس کی کوشش ہے کہ ہمارے ملک کو تمام خطے اور ہمسایہ ممالک کے خلاف ایک مخالف محاذ کے طور پر استعمال کرے۔ اگر امریکی استعمار کی اس خطرناک پالیسی کو نافذ العمل ہونے کے لیے چھوڑ دیا جائے تو تمام خطہ اور خاص کر افغانستان اور افغان عوام ایسے مسائل اور رنجشوں میں الجھ جائیں گے، جن سے نجات کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔

ان تمام مصائب سے چھٹکارے کا واحد حل یہ ہے کہ امریکا اور دیگر غاصب افواج افغانستان سے نکل جائیں۔ یہاں افغان عوام کی امنگوں کے مطابق اسلامی اور خود مختار نظام قائم ہونے دیا جائے۔ ہمارا جہاد اسی ہدف کے لیے شروع ہوا ہے اور اسی مقصد تک پہنچنے کے لیے ہم نے مسلح جہاد کے ساتھ ساتھ افہام و تفہیم اور مذاکرات کے دروازے بھی کھلے رکھے ہیں۔ اس سلسلے میں امارت اسلامیہ کا قطر میں موجود سیاسی دفتر واحد ذریعے کے طور پر سرگرم عمل ہے۔

امارت اسلامیہ افغانستان کا واحد اردو ترجمان

ماہنامہ شریعت

جلد ۷/ شوال ۱۴۳۹ / اگست ۲۰۱۸ / شمارہ ۶

مدیر اعلیٰ: ولید افغان

نائب مدیر: شمس ابدالی

مجلس مشاورت

ملا اسد افغان — ہارون بلخی

اکرم تاشفین — محمد فرہاد جانباز

سیف العادل احرار

ڈیزائننگ: مولوی محمد فاروق

قیمت فی شمارہ 30 روپے

سالانہ 350 روپے

سالانہ زر تعاون

امریکا، آسٹریلیا، افریقا، یورپی ممالک: 40ڈالر

سعودی عرب، متحدہ عرب امارت: 30ڈالر

بنگلہ دیش: 28ڈالر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

'ماہنامہ شریعت' امارتِ اسلامیہ افغانستان کا اردو زبان میں واحد اور باضابطہ دینی، ثقافتی اور سیاسی مجلہ ہے۔ یہ امارت اسلامیہ کے رسمی 'میڈیا و ثقافتی کمیشن' کی جانب سے شایع ہوتا ہے۔ ماہنامہ شریعت افغانستان میں جاری اسلام و کفر کی کشمکش، سیاسی و جہادی واقعات و حالات اور ستم رسیدہ مسلمانوں پر روا رکھے جانے والے انسانیت سوز مظالم کا سچا اور چشم دید عکاس ہے۔

عکس درون

ناکام جنرل کا، کامیاب مداری پن 2

عظیم جہادی شخصیت، عالم دین اور مجاہد جناب مولوی جلال الدین رحمہ اللہ
کی وفات کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ 3

مقبوضہ فلسطین اور نیا یہودی قانون 5

افغان جنگ اور بلیک واٹر کی بازگشت 7

رکمینوم کے جرائم پر ایک نظر 9

طالبان کابل میں 12

صحافیوں کے قاتل کون؟ 13

الخندق قابض فوج کے لیے چیلنج 15

علماء کے نام سے ناجائز فائدہ 17

چین کے مسلمان 19

غزنی آپریشن فوج کی بے بسی 21

ہیرو کون ہیں؟ 23

امن مخالف کون ہیں؟ 24

واشنگٹن پوسٹ: دیر آید، درست آید 26

عیدین پر امارت کا **طرز عمل** 28

ٹرمپ کی ناکام پالیسی 29

کیا امریکا قابل بھروسہ ہے؟ 30

غلامی کے معاہدے 32

اشرف غنی کی صلح بارے منافقانہ کوششیں 33

جنرل ملر، چیلنجز اور توقعات 34

وائسرائے پھر زندہ ہوگیا 36

یہ درباری مولوی کیا چاہتے ہیں؟ 37

تین صوبوں کی فتح اور دشمن کا پروپیگنڈا 38

جنگی جرائم جون 2018 40

افغانستان جولائی 2018 میں 41

Twitter: www.twitter.com/shariatmagazine1

Facebook: www.facebook.com/shariatmagazine

Web: www.alemarahurdu.com

E-mail: shariatmagazine@yahoo.com

ناکام جنرل کا، کامیاب مداری پن

یہ بات یقینا قارئین کرام کے علم میں ہو گی کہ گزشتہ دنوں افغانستان میں نیٹو افواج کے سربراہ جان نیکولس (جو چند ہی دنوں میں اپنے عہدے سے ہٹائے جانے والے ہیں) نے ۲۳ اگست کو کہا ہے کہ افغانستان کے مسئلہ کو سیاسی طور پر حل کرنے کے لیے حالات پہلے سے کئی گنا بہتر اور سازگار ہیں۔

یہ بات اس نے امریکی صدر کی افغانستان اور جنوبی ایشیا کے بارے نئی پالیسی کی برسی کے موقع پر منعقدہ ایک کانفرنس میں ویڈیو کال کے ذریعے کی ہے، اس نے مزید کہا کہ ٹرمپ کی اس پالیسی کے ساتھ حالات کافی بدل گئے ہیں اور یہ پالیسی پورے خطے خصوصا افغانستان کے لئے بڑی موثر پالیسی ہے۔ نیکولسن نے کہا کہ اس پالیسی کی بنیاد سیاسی صلح پر قائم ہے اور اس بارے میں کی گئی کوششیں اور صلح کی جدوجہد کے مقابلے میں طالبان کے رد عمل کا مطلب اس پالیسی کی کامیابی ہے۔

عسکری اصولوں کے مطابق جنگ میں شکست کے موقع پر اپنی شکست تسلیم کرنا ایک ضروری عمل ہے اس کے بڑے فوائد ہوتے ہیں، ملک جنگی حالت سے نکل آتا ہے، بے فائدہ جنگ کو روکنے کے لئے راہ ہموار ہوتی ہے۔ لایعنی مالی اور جانی نقصانات کا سلسلہ رک جاتا ہے اور مزید شرمناک شکست سے بچا جاسکتا ہے۔ لیکن اپنی شکست کا اعتراف کرنا بھی بڑے دل گردے کا کام ہے اور بدقسمتی سے امریکہ اور اس کے سیاسی و عسکری سربراہان اس سے محروم ہیں۔ اگرچہ امریکی سیاسی رہنما کبھی کبھار اپنی شکست کا اعتراف کر لیتے ہیں لیکن عسکری سربراہان کبھی بھی صحیح معنوں میں اس اعتراف کی جرأت نہیں کرتے۔ وجہ یہ ہے کہ جنگ کے ساتھ ان کے بڑے بڑے ذاتی مفادات وابستہ ہوتے ہیں، اعتراف کرنا تو دور کی بات ہے امریکی کمانڈرز اپنی شکست کو بھی فتح ظاہر کرتے رہتے ہیں اور یوں سیاسی سربراہان اور عوام کو دھوکہ دے کر بہلاتے ہیں۔

اب دیکھئے جنرل نیکولسن نے کتنا سفید جھوٹ بولا ہے؟ پوری دنیا جانتی ہے کہ ٹرمپ کی ایک برس قبل اعلان کردہ پالیسی ایک جنگی پالیسی ہے اور فوجی قوت کے اضافہ اور بے دریغ استعمال پر قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امسال افغانستان میں مزید فوجی اور جنگی ساز و سامان بھیجا گیا، وزارت دفاع کے اختیارات میں اضافہ کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں رواں برس افغانستان میں راتوں کو گھروں پر چھاپے اور ڈرون حملوں میں شدید اضافہ ہوا جس سے افغان قوم کو مزید بڑے جانی و مالی نقصانات سے دوچار ہونا پڑا۔ گویا کہ یہی افغانوں کے لئے نئی پالیسی کا تحفہ ہے۔

تو ٹرمپ کی یہ پالیسی صرف ایک فوجی پالیسی تھی جس میں سیاسی حل کی ایک رمق بھی نہیں تھی جبکہ غاصب قوتوں کا ناکام سربراہ اسے سیاسی پالیسی کہتا ہے اور عیدالفطر میں امارت اسلامیہ کی طرف سے جنگ بندی کو اس پالیسی کی کامیابی سمجھتا ہے جو کہ جھوٹ پر جھوٹ ہے اس لئے کہ عیدالفطر کے موقع پر امارت اسلامیہ کی طرف سے جنگ بندی اپنے سابقہ معمول کے مطابق تھی نہ کہ کابل ادارے یا امریکیوں کے ساتھ مذاکرات اور جوڑ توڑ کے باعث۔ نیکولسن کس منہ سے اسے اپنی کامیابی کہتا اور سمجھتا ہے۔؟

جنرل نیکولسن ٹرمپ کے انتظامی پالیسی کو اس لئے سیاسی پالیسی کہتا ہے کہ عسکری وسائل اور افرادی قوت کے اضافہ کے باوجود بھی غاصب قوتوں یا کٹھ پتلی ادارے نے عسکری میدان میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کی، اس لئے جب فوجی کامیابی نہیں ہو گی تو ظاہر ہے وہ اسے سیاسی پالیسی سے ہی تعبیر کرے گا۔

ہاں! بیرونی غاصبوں اور مختلف ناموں سے بنے ان کی کٹھ پتلیوں ملیشا فورسز نے افغان قوم پر ظلم و سربریت میں خوب اضافہ کر دیا ہے، زمینی اور فضائی حملوں میں افغان قوم کو بہت جانی و مالی نقصانات پہنچائے اور اس سے بھی انکار نہیں کہ امارت اسلامیہ کے کئی مجاہدین ان کے حملوں میں شہید ہو گئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر یہ لوگ کسی قسم کی کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ نہ انہوں نے امارت اسلامیہ سے کوئی علاقہ واپس لیا ہے، نہ طالبان کے حملوں سے محفوظ رہ سکے ہیں، نہ طالبان کے عزائم کو متزلزل کر سکے ہیں اور نہ ہی بیرونی غاصبین کے خلاف جاری طالبان کی جدوجہد کو کمزور کر سکے ہیں۔ بلکہ کابل ادارے کی جانب سے ٹرمپ کے ساتھ سیکورٹی معاہدہ پر دستخط کرنے اور افغانستان سے متعلق ٹرمپ کی جنگی پالیسی کے اعلان کے بعد امارت اسلامیہ کے مجاہدین بیرونی غاصبوں اور کٹھ پتلی ملیشا کے خلاف پہلے سے زیادہ مضبوط عزم اور بلند حوصلہ سے جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ جس کے نتیجے میں دشمن کو بھاری نقصانات پہنچ رہے جس کا دشمن نے اعتراف بھی کیا ہے۔

امارت اسلامیہ اپنے زیر نگین تمام علاقوں کی حفاظت اور بھرپور دفاع کے ساتھ ساتھ دشمن سے مکمل اضلاع اور بڑے بڑے علاقے فتح کر لیے، کئی جنگی مراکز پر قبضہ کر لیا ہے، عوام میں طالبان کی مقبولیت زیادہ ہو گئی ہے، اور مجاہدین کی عسکری قوت اتنی بڑھ گئی ہے کہ مرکزی افغانستان کے غزنی جیسے بڑے اور سب سے اہم شہر کو فتح کر کے چند دن اپنے قبضے میں رکھنے کے بعد جنگی مصلحت کے پیش نظر دوبارہ اپنی مرضی سے چھوڑ سکتے ہیں اور وہاں سے ٹھیک ٹھاک نکل سکتے ہیں۔

امریکہ دنیا کی سب سے بڑی فوجی اور اقتصادی طاقت تھی لیکن امریکیوں کی بدقسمتی تھی کہ ان کی حکومت پر CIA کے فوجی سربراہان اور اسلحہ ساز فیکٹریوں کے مالکان کی ایک خطرناک مافیا قابض و مسلط ہے جنہیں اپنے مفادات صرف اور صرف جنگ سے حاصل ہوتے نظر آتے ہیں اس لئے وہ دنیا میں جنگ برپا کرنے کے لئے جھوٹے بہانے تراشتے ہیں اور پھر جنگ کو طول دینے کے لئے بھی جھوٹ پر جھوٹ بولتے ہیں جیسے کہ جنرل نکولس کہہ رہا ہے۔ اور یہ کوئی نئی بات نہیں بلکہ اس سے پہلے اس منصب پر فائز تقریبا ہر جنرل نے اس قسم کی بے پر کی اڑائی ہے۔ جان کیمبل نے ۲۰۱۴ میں کہا تھا کہ ہم مثبت تبدیلیوں کے سمت جا رہے ہیں۔ جنرل جوزف نے ۲۰۱۳ میں کہا تھا کہ ہماری کامیابی یقینی ہے۔ ۲۰۱۱ میں جنرل ڈیوڈ پیٹریاس نے کہا تھا امریکی فوجیوں نے طالبان کو شکست کے دہانے پر پہنچا دیا ہے۔ ۲۰۱۰ میں جنرل میک کرسٹال نے کہا تھا کہ ہم کامیابی کی سمت جا رہے ہیں اور اس سے بھی قبل ۲۰۰۹ میں جنرل ڈیوڈ میک کیمن نے کہا تھا کہ امریکہ افغانستان میں کبھی شکست سے دوچار نہیں ہو گا۔

افغانستان میں فتح پانے اور شکست نہ کھانے کی ان کی یہ جھوٹی طفل تسلیاں دنیا پر عیاں ہیں اس لئے کہ ۲۰۰۷ کے بعد سے دنیا بھر کے مبصرین اور عسکری ماہرین نے تاکید کے ساتھ یہ کہنا شروع کر دیا تھا کہ جنگی اصولوں کے مطابق امریکہ طالبان سے شکست کھا چکا ہے اور امریکہ کا افغانستان پر قبضہ کرنے کے کوئی چانسز نہیں ہیں۔

تو امریکی عوام اگر خود کو ذمہ دار شہری سمجھتے ہیں تو انہیں چاہئے کہ اس مٹھی بھر مافیا کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں اور انہیں روکیں کہ بس اب مزید جنگوں میں ہمارے بچے نہ مریں اور نہ ہی ہمارا مال و دولت اس بے فائدہ جنگوں کی بھٹی میں جلے۔ اور نہ ہی دنیا بھر میں قتل عام، وحشت اور بدامنی پھیلانے کی وجہ سے امریکہ مزید بدنام اور ایک شرمناک شکست سے دوچار ہو۔

عظیم جہادی شخصیت، عالم دین اور مجاہد جناب مولوی جلال الدین رحمہ اللہ کی وفات کے متعلق امارت اسلامیہ کا اعلامیہ

الحمد لله الذي خلق السموات والأرض وجعل الظلمات والنور. خلق الموت والحياة ليبلوكم أيكم أحسن عملاً وهو العزيز الغفور. ونشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، ونشهد أن سيدنا ونبينا محمداً عبده ورسوله، الشافع المشفع يوم النشور، صلى الله وسلم وبارك عليه وعلى آله وأصحابه والتابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين. اما بعد: قال الله تعالى: إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ. ۱۵. الحجرات

افغان مؤمن ومجاہد ملت اور عالمی سطح پر امتِ مسلمہ کو المناک اطلاع دی جاتی ہے کہ ہمارے موجودہ عصر کے عظیم جہادی شخصیت، عالم دین، بے مثال مجاہد اور دو جہادوں کے انقلابی رہنما، امارت اسلامیہ کی دور حکومت میں وزیر سرحدات اور رہبری شوری کے رکن جناب الحاج مولوی جلال الدین حقانی صاحب طویل علالت کے بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔ إِنَّا لِلّٰہِ وَإِنَّا إِلَیْہِ رَاجِعُونَ

امارت اسلامیہ افغانستان جناب حقانی صاحب رحمہ اللہ کی وفات کی مناسبت سے ان کے جہاد پرور خاندان، تمام مجاہدین، افغان عوام اور عالم اسلام کو تسلیت کے مراتب پیش کرتے ہیں۔ اللہ تعالی جناب حقانی صاحب کے تمام احسنہ اعمال کو قبول فرمائیں۔ اللہ تعالی انہیں مغفور و مرحوم اور اللہ تعالی کی راہ میں ان کے جہاد، دعوت، علم اور اصلاح کی تمام تکالیف، مصائب اور ہجرتوں کو قبول فرمائیں۔ آمین یارب العالمین

مرحوم مولوی جلال الدین حقانی صاحب موجودہ عصر کے عظیم اور مایہ ناز جہادی اشخاص میں سے ایک تھے۔ جیسا کہ صدر اسلام میں مجاہدین حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کے وجود اور کردار پر مطمئن اور خوش تھے، یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ عصر کے مجاہدین بھی جناب حقانی صاحب کے وجود اور کردار پر حد سے زیادہ مطمئن اور خوش تھے۔ اس وقت جب ہمارا ملک اور افغان عوام کمیونسٹی الحاد کے خطرے سے روبرو تھا۔ بخارا، سمرقند اور قفقاز کی طرح اسلامی افغانستان لادینی کے خطرے کے زیر اثر تھا، تو جناب حقانی صاحب اور اس وقت کے دیگر باعزم مجاہدین کیمونزم دہریت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ سب سے پہلے دعوتی اور تنویری سرگرمیوں کے ذریعے ملت میں بیداری و آگاہی کی جدوجہد شروع کردی اور بعد میں جب کیمونزم نے کودتا کردی، تو کفری کیمونزم کو محوہ کرنے کی غرض سے جناب حقانی صاحب نے مسلح جہاد کا

آغاز کیا۔

جناب حقانی صاحب نے کمیونزم اور روسی جارحیت کے خلاف جہاد کو مکمل فتح کے روز تک بھرپور اخلاص کیساتھ جاری رکھا، اس کے بعد باہمی جنگوں کے دوران ایک مصلح اور ثالث بالخیر داعی کی حیثیت سے کردار ادا کیا اور جب امارت اسلامیہ نے قیام کی، تو انہوں نے اسلامی نظام کے پیاسے کے طور پر بھرپور اخلاص اور قوت کیساتھ عالی قدر امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کیساتھ ملکر اسلامی نظام کی استحکام کی راہ میں قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔

امریکی جارحیت کے خلاف جناب حقانی صاحب کا کردار، کارنامے اور اسلامی امارت کو متحد رکھنے میں موصوف کی قابل ستائش جدوجہد تاریخ کا وہ سنہری باب ہے، جس پر امارت اسلامیہ کی آئندہ نسلیں ہمیشہ فخر کرتی رہنگی۔ مجموعی طور پر جناب حقانی کی زندگی اور کارنامے ایک ایسی بہترین کہانی ہے، جو ایک مؤمن اور متعہد مسلمان کے لیے مشعل راہ بنتی ہے، جو حقانی صاحب کے مخلصانہ جہاد، ایثار، ثابت قدمی، بلند عزم، دین کے لیے مصائب کو جھیلنے اور دنیوی شہرت، منصب اور مادیات سے اجتناب کے حصے میں بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

جناب حقانی کی وفات کے متعلق کہنا چاہتے ہیں کہ انہوں نے اپنا کردار ادا کیا، ایمان اور دین کیساتھ وفاداری کا جو وعدہ کیا تھا، موت تک اسی پیمان پر ثابت قدم رہے۔ موصوف یقینا خوش قسمت تھے، جنہوں نے ایک کٹھن اور امتحانی مرحلے میں دین اور اسلامی اقدار سے دفاع کیا اور دینی شعائر کو زندہ رکھنے میں عظیم کردار ادا کیا۔ جناب حقانی صاحب اب جسماً ہم میں موجود نہیں رہے، مگر ان کا فکر اور نظریہ زندہ ہے۔ ان کا محاذ اب تک گرم ہے اور امارت اسلامیہ کی جہادی صف کے مانند ایک عظیم جہادی کاروان ان کی راہ پر گامزن ہے۔

جناب مولوی جلال الدین حقانی کئی سالوں سے شدید علیل اور بستر نشین تھے۔ انہوں نے جس طرح جوانی اور تندرستی کی حالت میں اللہ تعالی کے دین کے لیے تکالیف برداشت کیں، عمر کے آخری حصے میں بھی انہوں نے بیماری کو پورے صبر اور رضاء بالقضاء کے حوصلے کیساتھ برداشت کی۔ حتی کہ آخرکار داعی اجل کو لبیک کہا۔

جناب مرحوم الحاج مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی وفات کے حوالے سے ہم تمام مجاہدین، افغان عوام اور امتِ مسلمہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ان کی روح کو دعائیں کیا کریں۔ انہوں نے اپنے کردار کے ذریعے افغان عوام اور امتِ مسلمہ کیساتھ عظیم احسان کیا تھا، انہوں نے اپنی جہادی جدوجہد سے الحاد اور گمراہی کا روک تھام کیا، تو ان کا حق بنتا ہے کہ ان کی روح کو ایصال ثواب کے لیے دعائیں اور قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کریں۔

آخر میں ایک بار پھر مرحوم مولوی جلال الدین حقانی رحمہ اللہ کی روح کو دعاء کرتے ہیں، اللہ تعالی انہیں اپنے دیدار اور عالی درجات سے نوازیں۔ آمین یارب العالمین۔

امارت اسلامیہ کی قیادت اور رہبری شوری

۲۴ /ذی الحجہ۱۴۳۹ھ بمطابق ۰۴/ ستمبر ۲۰۱۸ء

۱۳ / سنبلہ ۱۳۹۷ھش

مقبوضہ فلسطین اور نیا یہودی قانون

حسن مہمند

اسرائیلی پارلیمنٹ نے چند روز قبل اکثریتی رائے دہی سے ایک نیا قانون پاس کیاہے۔اس کے مطابق مقبوضہ فلسطین پر قائم اسرائیلی حکومت کو یہودیوں کی قومی حکومت میں بدل دیا گیا ہے۔ جس کے نتیجے میں عرب مسلمانوں کو دوسرے درجے کے شہری تسلیم کیا گیاہے۔اس قانون میں 9 اہم نکات شامل ہیں۔ تمام نکات کو دیکھا جائے تو یہ سب نسل پرستی اور مذہبی تعصب پر مبنی ہیں:

1. پورا یروشلم (بیت المقدس) اسرائیل کا دارالحکومت ہوگا۔
2. آج کے بعد سرکاری زبان صرف عبرانی ہوگی۔ عربی کو عبرانی کے بعد کا مقام حاصل ہوگا۔
3. حکومت ان یہودیوں کے تحفظ پر خصوصی توجہ دے گی، جو یہودی ہونے کے باعث سکیورٹی مشکلات کا شکار ہیں۔
4. حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ دنیا کے ہر کونے میں رہنے والے یہودیوں سے رابطے کرے۔ تاکہ دنیا بھر کے یہودیوں اور حکومت کے درمیان ہمدردی کی فضا قائم اور مضبوط ہو۔
5. حکومت کی ذمہ داری ہوگی کہ دنیا بھر میں مقیم یہودیوں کے جان، مال، کلچر، تاریخ اور مذہبی رسوم واقدار کے تحفظ اور دفاع کے لیے ضروری اقدامات کرے۔
6. ملک میں مقیم یہودی ملک کا بڑا سرمایہ ہیں۔ حکومت کی ذمہ داری ہے کہ ان کے لیے ان کی ضرورت کے مطابق مکانات تعمیر کرے۔ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ضروری اقدامات کرے۔
7. حکومتی کیلنڈر عُمرانی ہوگا۔ اس کے ساتھ ساتھ عیسوی کیلنڈر کا بھی استعمال کیا جائے گا۔
8. آزادی کے دن سرکاری چھٹی ہوگی۔ ہولوکاسٹ کے ہیروز کی طرح ان لوگوں کے دن بھی منائے جائیں گے، جو یہود دشمنوں سے لڑتے ہوئے جان ہار گئے۔
9. یوم السبت یعنی ہفتہ آرام اور سرکاری چھٹی کا دن ہوگا۔ البتہ ملک کے غیر یہودی شہریوں کو کسی اور دن چھٹی منانے کا حق ہوگا۔

اسرائیل میں اس نئے قانون کی منظوری مکمل طور پر انسانی حقوق کی پامالی ہے۔ اسی لیے مغربی دنیا میں بہت سے اداروں اور شخصیات نے اس کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ چوں کہ اسرائیل اقوام متحدہ کے فیصلوں کا خیال نہیں رکھتا تو مغربی اداروں اور شخصیات کی جانب سے اٹھائی گئی آواز کا اسرائیل کے فیصلوں پر کیا اثر ہوگا؟

جب 1948 میں اقوام متحدہ میں اسرائیل کو باقاعدہ ایک حکومت تسلیم کیا جارہا تھا، تب اس کے ساتھ ساتھ آزاد فلسطین کے قیام کی بھی منظوری دی گئی تھی۔ فلسطین کی زمین کو تقسیم کیا گیا۔ شمال اور مغرب کے تمام علاقوں میں اسرائیل کی حکومت تسلیم کی گئی۔ غزہ اور مغربی پٹی آزاد فلسطین کے لیے چھوڑ دی گئی۔ بیت المقدس کو دونوں حکومتوں کے اقتدار سے باہر اقوام متحدہ کے زیر نگرانی آزاد خطہ تسلیم گیا۔ چوں کہ فلسطینی مسلمانوں کی مقبوضہ زمین پر ایک ناجائز اور غاصب حکومت کو قانونی حیثیت دینا تھا، اس لیے فلسطینی مسلمانوں نے اسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی وجہ سے عرب اور اسرائیل کی پہلی جنگ سامنے آئی۔ جس کے نتیجے میں غزہ پر مصر کا قبضہ ہوگیا۔ مشرقی بیت المقدس اردن کے قبضے میں آگیا۔ جب کہ مغربی پٹی پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا۔

1967 میں عرب اسرائیل دوسری جنگ میں اسرائیل نے پورے فلسطین پر قبضہ کر لیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مصر سے سوئس کینال اور شام سے گولان کی پہاڑیوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اسرائیل آج تک فلسطین پر قابض ہے۔ وہ عملاً اقوام متحدہ کے اس فیصلے کو مسترد کر رہا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ ساتھ فلسطینی مسلمانوں کی آزاد حکومت قائم ہوگی۔ اسرائیل نے مذکورہ قانون نافذ کر کے مطابق بیت المقدس کو اقوام متحدہ کے زیر نگرانی آزاد علاقہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ اسرائیل نے 1980 میں ایک قانون پاس کیا تھا، جس میں بیت المقدس کو اسرائیل کا دارالحکومت بنایا گیا۔ چوں کہ وہ قانون اقوام متحدہ کے فیصلے کے سراسر خلاف تھا تو اقوام متحدہ کی سکیورٹی کونسل نے اسے مسترد کر دیا تھا۔ اسرائیل سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ اس قانون کو منسوخ کیا جائے۔ اقوام متحدہ کے تمام رکن ممالک سے مطالبہ کیا

گیا تھا کہ بیت المقدس میں اپنے سفارت خانے نہ کھولیں۔ اس حوالے سے اقوام متحدہ میں رائے دی جا رہی تھی تو امریکا نے اس میں حصہ نہ لیا۔ وہ بظاہر غیر جانب دار رہا تھا۔

سکیورٹی کونسل نے اسرائیل سے قانون کی منسوخی کا مطالبہ تو کیا، مگر اسرائیل کے خلاف عملی طور پر کوئی اقدام نہیں کیا۔ اس لیے اس مطالبے کا اسرائیل پر کوئی اثر نہ ہوا۔ جب گزشتہ سال امریکا نے بیت المقدس کو اسرائیلی دارالحکومت کے طور پر تسلیم کیا تو اس فیصلے کے خلاف مصر کی جانب سے پیش کی گئی قرار داد کے حق میں سکیورٹی کونسل کے 14 ارکان نے ووٹ دیے۔ جب کہ امریکا نے اسے ویٹو کر دیا۔ دو ماہ قبل تل ابیب سے اپنا سفارت خانہ بیت المقدس منتقل کر دیا۔ امریکا کی جانب سے اسرائیل کو حاصل اسی تائید کی وجہ سے اس نے ایک بار پھر اقوام متحدہ کے فیصلے کو جوتے کی نوک پر رکھتے ہوئے بیت المقدس کو قانونی طور پر اسرائیل کا دارالحکومت بنا دیا ہے یہ قانون اقوام متحدہ کی جانب سے فلسطین میں دو حکومتوں کے قیام کے فیصلے کو مسترد کرتا ہے۔ اسرائیل میں مقیم عرب شہریوں کے تمام حقوق کو پامال کرتا ہے۔ اس قانون کے حوالے سے اسرائیلی پارلیمنٹ میں رائے دہی کے دوران پارلیمنٹ کے عرب اراکین نے اس قانون سازی کے خلاف شدید احتجاج کیا۔ نعرے لگائے اور پیش کردہ بل کی کاپیاں پھاڑ دیں۔

یاد رہے اسرائیل کی حدود میں جن علاقوں میں یہودیوں سے دور صرف عرب شہری رہتے تھے، 1948 سے اب تک سات عشروں میں سب کو اسرائیلی حکومت نے اپنے علاقوں سے نکلنے جانے پر مجبور کیا ہے۔ ان کے گھر اور ان کی زمینوں پر قبضہ کیا ہے۔ باہر سے آئے ہوئے یہودیوں کو وہاں گھر بنا کر دیے ہیں۔ جو فلسطینی مسلمان اسرائیلی شہروں کے اندر اپنے آبائی مکانوں میں مقیم تھے، ان سے مکانات نہیں چھینے گئے۔ ان میں سے بہت سے اب بھی اپنے گھروں میں رہتے ہیں۔ چوں کہ یہ لوگ اسرائیل کے شہروں میں رہتے ہیں، اس لیے یہ بات فطری ہے کہ ان سب کو اسرائیلی شہری سمجھا جاتا ہے۔ ان کی تعداد 8 لاکھ افراد تک بتائی جاتی ہے۔ یہ اسرائیلی آبادی کا 20 فیصد ہے۔ دنیا تسلیم کرتی ہے کہ اسرائیل میں عرب مسلمانوں کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے۔ انہیں دوسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا ہے۔

اسرائیل دنیا کا واحد ملک ہے، جو اپنے عرب مسلم شہریوں کے حوالے ہر قسم کی ذمہ داری سے مبرا ہوگا، مگر ملک سے باہر موجود لاکھوں افراد کا ذمہ دار بھی ہوگا۔ جو نہ اس ملک کے شہری ہیں اور نہ اس ملک اور خطے سے ان کا کوئی تعلق ہے، نہ انہوں نے زندگی بھر اس ملک کو دیکھا ہے۔ فلسطینی مسلمانوں کے غصب شدہ علاقے اسرائیل کے زیرِ قبضہ ہیں، ان میں نئے گھروں کی تعمیر، ان میں اضافہ کرنا، اسے اپنا قومی سرمایہ گردانا، باہر سے آئے لوگوں کو یہاں شہریت دینا، جن کا اس خطے سے کوئی تعلق نہیں ہے، ان سب معاملات کو اپنے قانون کا حصہ بنانا، مہذب دنیا اور اقوام متحدہ کے قوانین کے خلاف نفرت کا اظہار اور اسے ہلکی نظر سے دیکھنے کے مترادف ہے۔ جس کی دنیا بھر میں کوئی مثال نہیں ملتی۔ عجیب بات یہ ہے کہ دنیا بھر میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے، جو انسانی معاشرے کے خلاف نفرت سے بھرپور اس اقدام سے اسرائیل کو روکے اور نہ کوئی اسے منع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس قانون کی تصویب کے بعد اسرائیلی وزیراعظم بن یامین نیتن یاہو نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ ہم اپنے جمہوری نظام میں انسانی حقوق کا خیال رکھتے ہیں، مگر فیصلے اکثریت کے بنیاد پر ہوتے ہیں۔ جب کہ اکثریت کو اپنے حقوق حاصل ہیں۔ دنیا کی عام ذہنیت نے اسرائیل کے اس اقدام کی مخالفت کی ہے۔ یورپی یونین کے سربراہ فریڈرک موغرینی نے کہا ہے کہ ہم فلسطین میں اسرائیل کے ساتھ ساتھ فلسطینی حکومت کا قیام بھی چاہتے ہیں۔ اس کے لیے کوششیں کرتے ہیں اور اسی کو فلسطین کے مسئلے کا حل سمجھتے ہیں۔ اسرائیل کے اندر اور باہر دنیا کے مختلف حصوں میں رہنے والے یہودیوں نے بھی اس قانون کی مخالفت کی ہے۔ اسرائیل کے اس اقدام کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ اسے اسرائیل کے لیے انتہائی نقصان دِہ اقدام قرار دیا ہے۔ اس میں دنیا کے مسلمہ اصولوں کی مخالفت کی گئی ہے۔ اس قانون کے نفاذ کے بعد اسرائیل میں مقیم عربوں کے حقوق مزید پامال ہوں گے۔ یہ سب اسرائیل کے لیے انتہائی شرم ناک ہوگا۔ اسرائیلی پارلیمنٹ کے ایک عرب رکن احمد طبّی نے میڈیا کو بتایا کہ میں آج اعلان کرتا ہوں کہ جمہوریت اسرائیل میں مر گئی ہے۔

اسرائیل کے اس تازہ اور ماضی کے دیگر اقدامات کے مقابلے میں اقوام متحدہ کا ردعمل دکھانا اچھی بات ہے۔ مگر اسرائیل کے وجود سے اب تک اسرائیل کے خلاف پاس ہونے والی مذمتی قرار دادوں نے اسرائیل پر کوئی قابل ذکر اثر مرتب نہیں کیا۔ نہ ہی اس غاصب حکومت کے ناروا اقدامات کا راستہ روکا گیا۔ سلامتی کونسل نے اب تک اسرائیل کے خلاف کوئی چھوٹا سا بھی اقدام نہیں کیا۔ امریکا نے اس ادارے کو بالکل بے اختیار کر دیا ہے۔ اسرائیل کے ہر ارادے اور اقدام کو اس کی حمایت حاصل ہے۔ جب تک مسلمان فلسطین کی آزادی اور وحشی اسرائیلی حکومت کے خلاف متحد نہ ہو جائیں، اسرائیل کی جانب سے ایسے اقدامات کا سلسلہ جاری رہے گا۔ ہم صرف غم اور افسوس کا اظہار کرتے رہیں، اس سے عملی زندگی میں کوئی انقلاب نہیں آسکتا۔

افغان جنگ اور بلیک واٹر کی بازگشت

سیف العادل احرار

افغانستان میں لڑی جانے والی جنگ امریکی تاریخ کی طویل ترین جنگ ہے۔ اس میں ہزاروں امریکی فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ کھربوں ڈالر بھی ضائع ہوئے۔ جب گزشتہ سال انتخابات میں ٹرمپ صدر منتخب ہوئے تو انہوں نے اس جنگ بارے اپنی تشویش کا کرتے ہوئے کہا کہ اتنی خطیر رقم خرچ کرنے سے تو تین بار امریکا تعمیر ہو سکتا تھا۔ ٹرمپ نے کئی ماہ کشمکش کے بعد عسکری حکام کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے۔ انہوں نے فوجی جرنیلوں اور اسٹیبلشمنٹ کی خواہش کے مطابق جنوبی ایشیا، بالخصوص افغانستان سے متعلق نئی پالیسی کا اعلان کیا۔ جس کے مطابق افغان جنگ میں شدت لانے اور طالبان کو فوجی طاقت کے بل بوتے مذاکرات پر مجبور کرنے کا اعلان کیا گیا۔ گزشتہ سال کے اگست سے رواں برس کے اگست تک امریکی فوج نے افغانستان میں طاقت کا بے دریغ استعمال کیا ہے۔ ہر ماہ ہزاروں بم گرائے گئے۔ رات کے چھاپوں اور فضائی حملوں میں کئی گنا اضافہ ہوا۔ اس سے نہ صرف طالبان کو منتشر نہیں کیا جا سکا، بلکہ برعکس طالبان نے مزید پیش رفت کی ہے۔ صوبہ فراہ اور غزنی کی فتح کے علاوہ ایک درجن سے زائد اضلاع اور سیکڑوں چوکیاں بھی زیر کنٹرول لائی گئی ہیں۔ ایک سال کے

امارت اسلامیہ کے سربراہ شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ نے کہا ہے کہ جب تک افغانستان پر غیر ملکی فوجی قبضہ جاری رہے گا، تب تک جنگ بھی جاری رہے گی۔ انہوں نے عیدالاضحی سے قبل اپنے پیغام میں کہا کہ افغانستان میں جنگ صرف اِسی صورت ختم ہو سکتی ہے، جب طالبان اور امریکا کے مابین براہ راست بات چیت ہوں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ طالبان اپنے اسلامی مقاصد کے حصول کے لیے پرعزم اور اپنے مؤقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جنگ کے خاتمے اور ریاستی خود مختاری کی بحالی کا مطالبہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہندوکش کی اس ریاست میں تب تک امن قائم نہیں ہو سکتا، جب تک یہاں غیر ملکی فوجی دستے موجود رہیں گے۔

دوران ہزاروں افغان اہل کاروں کو ہلاک اور زخمی کیا گیا۔ ہلمند، فراہ، فاریاب، قندوز، پکتیا، اروزگان، جوزجان، ننگرہار اور میدان وردگ سمیت مختلف صوبوں اور علاقوں میں افغان اور قابض امریکی فورسز کا مردانہ وار مقابلہ کیا گیا۔ انہیں پسپائی پر مجبور کیا گیا۔ جس کے باعث ٹرمپ اس جنگ سے مایوس ہوئے۔ اب افغان جنگ کو بدنام زمانہ بلیک واٹر کے قاتلوں کو ٹھیکے پر دینے کی اطلاعات سامنے آ رہی ہیں۔

امریکی میڈیا رپورٹس کے مطابق صدر ٹرمپ نے افغان جنگ کا ٹھیکا بدنام زمانہ بلیک واٹر کو دینے پر غور شروع کر دیا ہے۔ ٹرمپ افغانستان سے متعلق پینٹاگون کی حکمت عملی سے مایوس ہو کر بلیک واٹر کے بانی ایرک پرنس کی اس تجویز میں گہری دلچسپی لے رہے ہیں، جس میں پرنس نے جنگ کو پرائیویٹ کنٹریکٹرز کے حوالے کرنے کا کہا ہے۔ بلیک واٹر کے بانی نے گزشتہ سال افغان جنگ سے متعلق حکمت عملی پر نظرثانی کے دوران صدر ٹرمپ کو افغان جنگ پرائیویٹائز کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تجویز اخراجات کے حساب سے مؤثر ہے۔ افغان جنگ میں اخراجات میں نمایاں کمی آ سکتی ہے۔ اس وقت بارہ ہزار سے زائد امریکی فوجی افغانستان میں تعینات ہیں، جن پر سالانہ اربوں

ڈالر خرچ کیا جاتا ہے۔ تاہم بلیک واٹر کو یہ جنگ ٹھیکے پر دینے کے بعد پانچ ہزار کنٹریکٹرز کو تعینات کیا جائے گا، جنہیں نجی فضائی قوت کی معاونت حاصل ہوگی۔ کرائے کے یہ قاتل افغان فورسز کو تربیت بھی فراہم کریں گے۔ ضرورت پڑی تو ان کے ساتھ مل کر لڑیں گے۔ تجویز کے مطابق نجی فضائی فورس کے 90 طیارے شامل ہوں گے، جن پر افغان فضائیہ کا نشان اور ان کے اشارے ہوں گے۔ تاہم افغان سیاسی رہنماؤں نے اس وقت اس تجویز کی مخالفت کی تھی۔ سیاسی رہنماؤں نے کہا تھا کہ یہ نجی فوج احتساب سے بالاتر ہوگی۔ ان کے بقول اس اقدام سے بلیک واٹر کے کارندے ویسے ہی مظالم ڈھا سکتے ہیں، جو انہوں نے پہلے عراق اور افغانستان میں کیے۔

جب کہ افغان فورسز کو طالبان کی طرف سے شدید مزاحمت کا سامنا رہا ہے۔ کئی علاقے سرکاری کنٹرول سے نکل چکے ہیں۔ کابل انتظامیہ اس وقت ملک کے نصف سے کم حصے پر عمل داری رکھتی ہے۔ کابل انتظامیہ کے درمیان شدید اختلافات موجود ہیں، بلکہ وقت گزرنے کے ساتھ اختلافات مزید شدت اختیار کر رہے ہیں۔ صوبہ غزنی پر طالبان کے ہلاکت خیز حملے کے بعد کابل انتظامیہ میں اختلافات کھل کر سامنے آئے ہیں۔ وزیر دفاع، وزیر داخلہ، خفیہ ایجنسی کے سربراہ اور مشیر قومی سلامتی مستعفی ہوگئے ہیں۔ رواں سال ملک بھر میں طالبان کے حملوں میں اضافے پر حکومتی عہدے دار کڑی تنقید کی زد میں تھے۔

دوسری طرف امریکی حکام بھی اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ جنگ نہیں جیتی جا سکتی۔ یہ ایک مہنگی جنگ ہے۔ امریکا کو اس سال تقریباً 45 ارب ڈالر صَرف کرنا ہوں گے۔ امریکی رپورٹ کے مطابق امریکا نے افغان فورسز کو مسلح کرنے کے لیے گزشتہ 16 سال کے دوران 76 ارب ڈالر خرچ کیے ہیں۔ تاہم اس قدر خطیر رقم خرچ کرنے کے باوجود امریکا افغانستان میں اپنے اہداف حاصل کرنے میں ناکام ہے۔ رپورٹ کے مطابق افغان فورسز کو فراہم کردہ ہتھیاروں میں 81 فیصد رائفلیں اور پستول شامل تھے۔ اس کے علاوہ 25 ہزار گرنیڈ لانچر، جب کہ افغان بارڈر پولیس کو 10 ہزار کے قریب راکٹ چلانے والے ہتھیار بھی فراہم کیے گئے۔ اس کے علاوہ 76 ہزار فوجی گاڑیاں بھی فراہم کی گئیں، جن میں رینجرز پک اَپس اور 22 ہزار بکتر بند گاڑیاں شامل ہیں۔

امارت اسلامیہ کے سربراہ شیخ الحدیث مولوی ہبۃ اللہ اخندزادہ نے کہا ہے کہ جب تک افغانستان پر غیر ملکی فوجی قبضہ جاری رہے گا، تب تک جنگ بھی جاری رہے گی۔ انہوں نے عید الاضحی سے قبل اپنے پیغام میں کہا کہ افغانستان میں جنگ صرف اِسی صورت ختم ہو سکتی ہے، جب طالبان اور امریکا کے مابین براہ راست بات چیت ہوں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ طالبان اپنے اسلامی مقاصد کے حصول کے لیے پرعزم اور اپنے مؤقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ انہوں نے جنگ کے خاتمے اور ریاستی خودمختاری کی بحالی کا مطالبہ کیا۔ ان کا کہنا تھا کہ ہندوکش کی اس ریاست میں تب تک امن قائم نہیں ہو سکتا، جب تک یہاں غیر ملکی فوجی دستے موجود رہیں گے۔

بلیک واٹر کے کارندے اور داعش کے جنگجو ایک سکے کے دو رخ ہیں۔ دونوں کرائے کے قاتل اور افغانستان میں فساد اور افراتفری پیدا کرنے کے لیے سازشوں میں مصروف ہیں۔ افغانستان میں آباد برادر اقوام کے درمیان نسلی، علاقائی اور لسانی تعصب کبھی نہیں رہا ہے۔ گزشتہ دو سال سے اہل تشیع کے مراکز اور مساجد پر خودکش اور ہلاکت خیز حملے ہو رہے ہیں۔ کابل اور پکتیا میں متعدد واقعات میں اہل تشیع کے سیکڑوں افراد مارے گئے، جن کی ذمہ داری داعش نے قبول کی ہے۔ ان میں کچھ حملے بلیک واٹر کے کارندوں نے کیے، تاہم ذمہ داری داعش نے قبول کی۔ امریکا کی آشیرباد سے پروان چڑھنے والی داعش اور بلیک واٹر کو افغان قومی سلامتی کونسل کے سربراہ حنیف اتمر کی حمایت حاصل ہے۔ بلیک واٹر کے کارندوں اور داعش کے قاتلوں کا مقصد ایک ہے۔ دونوں لسانی اور قومی تعصب کو ہوا دینے اور قومی اختلافات کو پیدا کرنے کے لیے ایسے حملے کر رہے ہیں۔ تاہم امارت اسلامیہ نے بروقت ان سازشوں کو بے نقاب کرتے ہوئے جوزجان، زابل، ہلمند، فراہ اور غور میں داعش کا فتنہ ختم کیا۔ جب کہ ننگرہار میں بھی مجاہدین ان کے خلاف برسرپیکار ہیں اور جلد ہی وہاں بھی اس کا خاتمہ بھی کیا جائے گا۔ ان شاءاللہ

کمیونزم کے جرائم پر ایک نظر

عبدالہادی مجاہد

کمیونزم لاطینی زبان communis سے نکلا ہے۔ جس کا انگریزی معنی Common یاuniversal ہے۔ جس کا معنی عام اور مشترک ہے۔ اسی لیے عربی میں اس کا معنی الشیوعیہ ہے۔ یہ اس لیے کہ ان کے ہاں سب کچھ مشترک ہے۔ یہ نظریات پہلی مرتبہ مارکس اور ان کے ساتھی اینگلز کی جانب سے پیش کیے گئے۔ اس کے بعد لینن کی جانب سے ایک نظام اور حکومت کی شکل میں ان کا نفاذ کیا گیا۔ کمیونزم الحاد پر قائم ایک مکتبِ فکر ہے۔ یہ مادہ کو ہر چیز کی بنیاد قرار دیتے ہیں۔ تاریخ کی انسانی طبقات کے درمیان جنگ، کشمکش اور اقتصادی عوامل کی بنیاد پر تشریح کرتے ہیں۔ یہ مکتب فکر جرمنی میں کارل مارکس اور اینگلز کی جانب سے سامنے آیا۔ اگرچہ کمیونزم کے جیسے افکار ماضی میں بھی سامنے آتے رہے اور ان پر کام بھی ہوا ہے۔ البتہ مارکس اور اینگلز کے افکار کو لینن کی قیادت میں بالشویکیوں نے روس میں تب عملی جامہ پہنا کر ان کی بنیاد پر نظام قائم کیا، جب 1917 میں کمیونسٹ کی کامیابی کے بعد روسی شاہی نظام ختم ہو گیا۔ کمیونسٹوں نے طاقت کے بل بوتے دیگر اقوام اور ممالک پر غلبہ حاصل کیا۔ چناں چہ سوویت یونین کی شکل میں ایک بڑی طاقت ور حکومت سامنے آئی۔

کمیونسٹ مکتب فکر کی اہم اور مشہور شخصیات حسب ذیل ہیں:

1) کارل مارکس: مشہور یہودی حاخام مردخائی مارکس کے پوتے تھے۔ ان کی پیدائش 1818 اور وفات 1883 میں ہوئی تھی۔

2) فریڈرک اینگلز: 1820 میں پیدا ہوئے اور 1895 میں وفات پائی۔ اینگلز کمیونزم کے قیام اور اشاعت میں مارکس کے ساتھی تھے۔ مارکس کی زندگی کے آخر تک ان کے اور ان کے خاندان کے مصارف ادا کرتے رہے۔

3) لینن: ان کا اصل نام ولادی میر الیچ بولیانوف تھا۔ 1870 میں پیدا ہوئے اور 1924 میں وفات پائی۔ لینن نے کمیونزم کو نظریے سے عملی نفاذ کا رخ دیا۔ سوویت یونین کی حکومت قائم کی۔

4) اسٹالن: ان اک اصل نام جوزف وادیونویچ تھا۔ ان کی پیدائش 1879 کی ہے۔ اور 1954 میں وفات پائی۔ جوزف اسٹالن کمیونسٹ تنظیم کے سیکرٹری اور لینن کے بعد سوویت یونین کے سربراہ بنے۔ اسٹالن شقاوت، ظلم، استبداد، ڈکٹیٹر شپ اور اپنے مخالفین کی ہلاکت اور جلاوطنی میں مشہور تھے۔

5) ٹروٹسکی: ان کا اصل نام بروشٹائن تھا۔ مارکس اور لینن کی طرح یہودی الاصل تھے۔ ان کی پیدائش 1878 کی ہے۔ 1954 میں سٹالن کو سازش سے ہلاک کیا گیا۔ انہیں کمیونسٹ تنظیم کے بیرونی امور کا ذمہ دار متعین کیا گیا تھا۔ بعد ازاں انتظامی امور کا ذمہ دار متعین کر دیا گیا۔ بعد میں تنظیم مخالف معاملات میں ملوث ہونے کا الزام لگا کر تنظیم سے نکال دیا گیا۔

کمیونزم طاقت کے استعمال، وسیع تر اور مؤثر دعوت اور دنیا میں کیپٹل ازم کے مقابلے میں رد عمل کے طور پر بہت کم سالوں میں دنیا بھر کے ممالک میں پھیل گیا۔ سوویت یونین، چین، چیکوسلواکیا، بلغاریہ، مشرقی جرمنی، یوگوسلاویہ، پولینڈ، رومانیہ، البانیہ، ہنگری اور کیوبا میں کمیونزم فلسفے اور حکومت کی صورت قائم ہوا۔ اسلامی دنیا اور دیگر ممالک میں بھی جماعتوں اور مارکس ازم کے حامیوں کی حکومتیں قائم رہی ہیں۔ کمیونزم کے بنیادی عقائد اور افکار حسب ذیل ہیں:

1. مادیات پر ایمان اور غیبیات سے انکار۔
2. انسانی تاریخ کی صرف اور صرف مادے کی بنیاد پر تشریح۔
3. دین اور دین داری کا خاتمہ اور الحاد و اباحیت کا پھیلاؤ۔
4. ذاتی املاک کا خاتمہ۔
5. خاندانی نظام کا خاتمہ۔

6. اخلاقیات کا خاتمہ اور اس نام سے قائم ان تمام رکاوٹوں کا خاتمہ، جو انسان اور لذتوں کے درمیان حائل ہیں۔

کمیونسٹوں نے دنیا میں سو ملین سے زیادہ افراد کو ہلاک کیا۔ جن میں سے چالیس ملین سے زیادہ صرف مسلمان تھے۔ جو کریمیا، قفقاز، وسطی ایشیاء، مشرقی ترکستان یا موجودہ چین (سنکیانگ)، البانیہ، مصر، عراق، شام، انڈونیشیا، افغانستان اور دیگر ممالک کے باشندے تھے۔ کمیونسٹوں نے دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی جنگ میں درج ذیل پالیسیوں کا استعمال کیا۔

a) عارضی دورانیے کے لیے اور محض دکھلاوے کے طورپر اسلام کے مقابلے میں نرم مؤقف اختیار کرنا، تاکہ ان کی کمزوری کے مرحلے پر مسلمان ان کے خلاف مشتعل نہ ہو جائیں۔

b) اسلام کے علماء اور دین دار رہنماؤں کو بدنام کرنا، انہیں استعمار اور صیہونیت ازم کا مزدور قرار دینا۔

c) اپنے تسلط کے علاقوں میں تمام مراحل کے نصاب میں کمیونزم کے عقائد کو لازمی قرار دینا۔

d) اسلامی تحریکوں کے قیام میں رکاوٹیں ڈالنا۔ موجودہ اسلام پسندوں کو انتہائی بے رحمی سے ختم کرنا۔ انہیں ہجرت پر مجبور کرنا اور لوگوں کو ان سے متنفر کرنا۔

e) الحاد کے حامی مصنفین اور مفکرین کو بیان اور اظہار کی تمام آزادیاں مہیا کرنا۔ ان کے ذریعے نئی نسلوں کو تلقین کرنا کہ اسلام اب مزید ماننے یا عمل کرنے کے قابل نہیں رہا۔ یہ کہ مسلمان اب اسلام کے احکام اور عقائد کو تسلیم کرنے کے بجائے اپنی عقل سے کام لیں۔

f) مسلمان اقوام کے درمیان ہر طرح کے اسلامی تعلق کا خاتمہ۔ اس کی جگہ اقوام کے درمیان کمیونزم کا تعلق مضبوط بنانا۔

g) مسلمان اکثریتی علاقوں میں مساجد اور دینی مدارس و مراکز کی بندش۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلم معاشرے کے ذہنوں اور دلوں میں کہانیوں، ناولز، ڈرامے، لیکچرز، سیمینارز، کتابوں، جرائد اور دیگر نشریات کے ذریعے عقائد کا بگاڑ پیدا کرنا۔ اسلامی معتقدات کو ختم کرنا۔

h) سائنس اور اس کے انکشافات کو دین کے مقابلے میں کھڑا کرنا۔ لوگوں کو یہ تلقین کرنا کہ سائنسی دریافتیں، حقائق اور دینی معتقدات خرافات ہیں۔

i) اسلامی نصوص کو اپنی اصل روح اور معنی سے خالی کرنا اور اس کی جگہ کمیونزم کی روح اور معنی ڈالنا۔

j) مسلمانوں کو اجتماعی طور پر ختم کرنا اور یا اپنے علاقوں سے طاقت کے زور پر نکال دینا۔ منتشر طور پر ایسے علاقوں میں رہنے پر مجبور کرنا م جہاں وہ اپنی دینی اور قومی حیثیت و طاقت سے محروم ہوں۔ تاکہ کچھ عرصہ بعد دیگر اقوام میں جذب ہو کر رہ جائیں۔

k) دینی علماء کا قتل یا انہیں سخت کاموں میں مصروف کرنا۔

l) شرعی عدالتوں اور قوانین کا خاتمہ۔ لوگوں کو کمیونسٹ عدالتوں میں جانے پر مجبور کرنا۔

m) جسمانی تکالیف کے مختلف طریقے آزمانا۔ جیسے سروں میں کیل ٹھونکنا۔ بندوق پر نشانہ صحیح کرنے کے لیے ہدف کے طورپر انسانوں کو رکھنا۔ قیدیوں کو موت تک زیر زمین رکھنا۔ برقی آلات کے ذریعے اذیتیں دینا۔ دو مختلف الجہت گاڑیوں سے باندھ کر ان کے جوڑوں کو الگ الگ کرنا۔ ناخن نکالنا۔ جسم کا گوشت نوچنا۔ سخت سردی اور برف باری میں برہنہ رکھنا۔ قیدیوں کے منہ، ناک اور آنکھوں میں کیمیائی مواد ڈالنا اور روحانی اور جسمانی تکالیف سے دوچار کرنا۔

کمیونسٹوں نے خدا، پیغمبر اور دین کو معاشرے کا افیون قرار دیا۔ غیبیات کا انکار کیا۔ کمیونزم کی یہودیت کے علاوہ تمام ادیان سے دشمنی رہی ہے۔ ان کا خیال تھا کہ علماء اور دینی طبقہ اس افیون سے لوگوں کو بے حس بناتا اور اپنے تابع کرتا ہے۔ کمیونزم نے انسان کی پیدائش کے حوالے سے ڈارون کا نظریہ تسلیم کیا تھا۔ جس کے مطابق انسان اللہ تعالی کی مخلوق نہیں، بلکہ وہ روزِ اول میں ایک جرثومے کی شکل میں تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ کیڑے مکوڑوں کی شکل اختیار کر لی اور ساحل پر آ گیا۔ اس جرثومے نے بعد میں ایک اور حیوان کی شکل اختیار کر لی۔ اس حیوان نے بعد میں بہت سے مراحل سے گزر کر بندر کی شکل اختیار کر لی۔ بعد میں تکمیل کے مرحل میں پہنچ کر اس نے بندر کی شکل اختیار کر لی۔ بعد ازاں چمپینزی کی شکل

اختیار کرلی۔ چمپینزی بندروں کی ایک قسم ہے۔اس کی حرکتیں انسانوں سے ملتی جلتی ہیں۔ بعدازاں اس کی دم اور بال غائب ہوگئے اور ان سے حالیہ زمانے کا انسان بن گیا۔

یورپین فلاسفر چارلس ڈارون کا اس نظریے سے مقصد یہ تھا کہ لوگ خود کو اللہ تعالی کی مخلوق نہ سمجھیں۔ وہ خود کو آدم وحوا کی اولاد نہ سمجھیں۔ حالانکہ تمام ادیان کا یہ متفقہ عقیدہ ہے کہ آدم علیہ السلام اللہ تعالی کی جانب سے پیدا کیے گئے پہلے انسان ہیں۔ اُنہی سے حوا کی تخلیق کی گئی ۔ پھر ان سے انسانوں کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ ڈاروین کا یہ نظریہ بعد میں کارل مارکس، اینگلز اور لینن کی جانب سے مشہور کر کے اسے عام کیا گیا۔ حیت کہ یہ نظریہ تعلیمی نصابوں کا حصہ بن کر ایک تسلیم شدہ عقیدے کے طور پر اسکول کالج میں پڑھایا جاتا تھا۔ مارکس اور اینگلز کے بعد فراڈرک نیچہ (1844 تا 1900) کے نام سے ایک اور جرمن فلاسفر آئے ۔ انہوں نے تمام ادیان سے انکار کا فلسفہ پیش کر کے یہ نظریہ دیا کہ نعوذ باللہ 'الہ' مر گئے ہیں۔ اب انسان خود 'الہ' ہے۔ اگرچہ نیچہ کی اس بات کا مقصد تب یہ نہیں تھا کہ دنیا اور کائنات کا خالق مر گیا ہے، بلکہ تب ان کا مقصد یورپ کے اُن میٹا فیزیکل (ماوراء الطبعیات) اعتقادات، جنہیں یورپ دین اور الہ کی جانب منسوب کر رہا تھا، پر تنقید کرنا تھا۔ مگر کمیونسٹوں نے ان کے نظریے کا یہ مطلب لیا کہ گویا انسان نے سمندر، پہاڑ اور زمین کی تسخیر کے بعد فضا بھی مسخر کرلی ہے۔ یہ اپنی عقل کی پختگی کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ اب انسان کو کسی دوسرے الہ کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ خود مرتبہ الوہیت تک پہنچ چکا ہے۔ جو عقلی کمال کو پہنچ چکا ہو اور خود الہ ہو، اسے کسی پیغمبر کی ضرورت رہتی ہے اور نہ کسی آسمانی کتاب کی ضرورت ہے۔ معاذاللہ

اسی طرح یہ نظریہ بھی پیش کیا کہ انسانوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آنے والا ہے کہ موجودہ زمانے کے انسانوں اور اس زمانے کے انسانوں کے درمیان اتنا فرق ہوگا، جتنا کہ موجودہ دور کے انسان اور کل کے بندر کے درمیان تھا۔ اس طرح کے انسان کو انہوں نے سپر مین Super Man کہا۔ جسے آج مغرب ایک تصور کے طور پر تسلیم کرتا اور اس حوالے سے طرح طرح کی خیالی فلمیں بناتا ہے۔ کمیونسٹ انسانوں کے درمیان تین چیزوں زر، طاقت اور عورت کو مشترک اشیاء سمجھتے تھے۔ ان کا نظریہ تھا کہ کوئی بھی ذاتی طور پر ان چیزوں کا تنہا مالک نہیں بن سکتا۔ اگرچہ بعد میں کمیونسٹوں نے عملی لحاظ سے ان نظریات میں بہت حد تک ترمیم کر لی۔ کمیونسٹوں نے اس نظریے کی تطبیق کے لیے معاشرے کے تمام طبقات کے درمیان مساوات لانے کے لیے طبقاتی جنگ کو لازمی قرار دیا۔ مزدور انقلاب کے نام پر معاشرے کے بااثر طبقات، جاگیرداروں، سرمایہ داروں اور روحانی شخصیات کے خلاف جنگ شروع کی گئی۔ ہر جگہ یہ نعرہ بلند کیا گیا کہ 'دنیا بھر کے مزدورو! ایک ہو جاؤ!' وہ چاہتے تھے کہ کمزور اور نچلا طبقہ اٹھے اور قبائلی طاقت ورافراد، ملا اور محراب، قرآن اور پیغمبر اور تمام تر الہی اصولوں کو مٹا ڈالیں۔ پھر اسی مزدور انقلاب کے نام سے مزدوروں کا ایک ایسا نظام قائم ہو جائے، جو ہر چیز پر حاکم ہو۔ ان کی حکومت سب کچھ عوام میں برابر طریقے سے تقسیم کرے۔ اب مزید نہ جاگیر داروں کی جاگیر رہے گی نہ غریب غریب رہے گا۔ یہ لوگ وہ اللہ تعالی کی اس تقسیم کے منکر ہیں:

أَهُمْ يَقْسِمُونَ رَحْمَتَ رَبِّكَ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِمَّا يَجْمَعُونَ۔ (سورة الزخرف: 32)

بھلا کیا یہ لوگ ہیں، جو تمہارے پروردگار کی رحمت تقسیم کریں گے؟ دنیوی زندگی میں ان کی روزی کے زرائع بھی ہم نے ہی ان کے درمیان تقسیم کر رکھے ہیں۔ اور ہم نے ہی ان میں سے ایک کو دوسرے پر درجات میں فوقیت دی ہے، تاکہ وہ ایک دوسرے سے کام لے سکیں۔ اور تمہارے پرودگار کی رحمت تو اُس (دولت) سے کہیں بہتر ہے، جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

کمیونسٹوں کا کہنا تھا کہ تاریخ میں جتنی بھی جنگیں ہوئی ہیں، ان میں حق اور باطل کچھ بھی نہیں تھا۔ سب مادیات کے حصول کے لیے ہوئی ہیں۔ پیغمبروں نے اگر پیغمبری کا دعوی کیا ہے تو وہ بھی صرف اس لیے کہ لوگوں میں اپنی حیثیت اونچی کریں۔ ان کی دولت پر قبضہ کریں۔ اقوام پر اپنی حاکمیت قائم کریں۔ کفر اور اسلام کا موضوع اہم تھا اور نہ حق پرستوں اور باطل پرستوں کا حوالہ، بلکہ سب کچھ مادہ پرستی کی بنا پر سامنے آیا ہے۔ کمیونسٹوں نے تاریخ کی یہ تفسیر اس لیے کی کہ دنیا میں سب سے قیمتی چیز ان کے ہاں مادہ ہے۔ ان کا خیال تھا کہ اس کا ہی تحفظ کیا جائے۔ کمیونسٹوں کے ہاں کوئی چیز حرام نہیں ہے۔ وہ سب کچھ حلال سمجھتے تھے۔ یہ اس لیے کہ حرام کا تصور ان کے ہاں زندگی سے لطف اندوز ہونے کی راہ میں رکاوٹ تھا۔ اسی لیے کمیونزم کو اباحیت کہا جاتا ہے۔ یعنی اس میں سب کچھ مباح ہے۔

طالبان کابل میں

محمد شاہد غزنوی

عید کے موقع پر تین روزہ جنگ بندی کے بعد قابض اور اجرتی فوج کے خلاف الخندق آپریشن دوبارہ شروع ہے۔ اس دوران مجاہدین نے صوبہ فراہ، بادغیس، فاریاب، نمروز، غور، ہرات، ہلمند، قندھار، ارزگان، زابل، غزنی، لوگر، پکتیا، پکتیکا، خوست، کاپیسا، کنڑ، لغمان، ننگرہار، قندوز اور سرپل میں دشمن کو متعدد چیک پوسٹوں اور علاقوں سے پسپا کر کے بھاری مقدار میں اسلحہ ضبط کیا گیا۔ دشمن نے بھی ان کامیاب کارروائیوں کا اعتراف کیا۔ مبینہ طور پر مجاہدین کے خونریز حملوں کے نتیجے میں 10 سے زائد آپریشنوں میں سکیورٹی اہل کاروں کی ہلاکتوں کی تصدیق کی۔ دشمن نے جب بھی مجاہدین کی کامیاب کارروائی کا اعتراف کیا ہے تو یہ بھی کہا ہے کہ فلاں صوبے کے دور دراز علاقوں میں طالبان نے سرکاری فوج پر حملہ کر کے پیش قدمی کی ہے۔ تاہم فوج نے حکمت عملی کے تحت پسپائی اختیار کی ہے۔ البتہ ان علاقوں کا کنٹرول دوبارہ حاصل کرنے کے لیے جلد کارروائی کی جائے گی۔

مجاہدین کی فتوحات کا سلسلہ صوبہ غزنی سے شروع ہوا۔ یہ بہت جلد دارالحکومت کابل سے 25 کلومیٹر دور صوبہ میدان وردگ کے ضلع جلریز تک پہنچ گیا۔ مجاہدین نے کابل، جلریز مرکزی شاہراہ پر واقع 16 سے زائد فوجی اڈے فتح کیے۔ درجنوں فوجی اور پولیس اہل کاروں کو ہلاک کیا۔ بھاری مقدار میں ہتھیار اور گولہ بارود مال غنیمت میں حاصل کیا۔ ان کامیاب کارروائیوں میں مجاہدین نے دشمن کی کمر توڑ دی ہے۔ امارت اسلامیہ کے اعلامیے کے مطابق جلریز میں 90 فوجیوں نے اپنے تمام ہتھیاروں سمیت مجاہدین کے سامنے سرنڈر ہونے کا اعلان کیا۔ مجاہدین نے دو بڑے فوجی اڈوں سمیت 13 چوکیاں فتح کیں اور بھاری مقدار میں ہتھیار بھی ضبط کیے۔

امارت اسلامیہ کی ویب سائٹ پر جلریز میں مجاہدین کی کامیاب کارروائی کی جو خبر شائع ہوئی ہے، اس کے مطابق الخندق آپریشن کے تحت مجاہدین نے ضلع جلریز میں خواجہ محمد ولی اور ایک فوجی بیس سمیت 13 چیک پوسٹوں سمیت تمام فوجی ساز و سامان فتح کر لیا۔ ان کارروائیوں میں دشمن کے متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ 72 اہل کاروں نے معمولی مزاحمت کے بعد سفید پرچم اٹھا کر مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالنے کا اعلان کر دیا۔ مجاہدین نے بھی ان کا گرمجوشی کے ساتھ استقبال کیا۔ علاوہ ازیں مجاہدین نے 116 عدد ہتھیار اور گولہ بارود کی فہرست بھی شائع کی، جو جلریز میں حاصل ہوا تھا۔ جلریز کے اسٹریٹجک علاقے میں مجاہدین کی فتوحات اور کامیاب کارروائیوں کے بارے میں میدان وردگ سے تعلق رکھنے والے پارلیمنٹ کے ارکان اور صوبائی کونسل کے رکن شریف اللہ ہوتک نے اعتراف کیا کہ طالبان نے شدید جھڑپوں کے بعد 11 چوکیوں پر قبضہ کیا اور 90 سپاہیوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گئے۔

کابل وزارت دفاع کے ترجمان جنرل رادمنش نے بھی جلریز میں 13 چوکیوں پر طالبان کے کنٹرول کا اعتراف کیا۔ اس علاقے میں مجاہدین کے بڑھتے ہوئے اثر و رسوخ کو فوجیوں کی ہلاکتوں میں اضافے کی وجہ بتائی۔ ان کا کہنا تھا ہم نے اپنی فوج کو حکمت عملی کے طور پر پسپائی اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ مجاہدین نے جلریز میں دو فوجی اڈوں سمیت 13 چوکیاں فتح کرنے کے بعد کابل بامیان مرکزی شاہراہ کو ٹریفک کے لیے بند کر دی۔ جس کے باعث پورے ضلع پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول مستحکم کیا۔ اس اقدام سے نہ صرف کابل بامیان مرکزی شاہراہ پر مجاہدین نے اپنا کنٹرول مضبوط کیا، بلکہ وفاقی دارالحکومت کابل بھی مجاہدین کے براہ راست حملوں کی زد میں آگیا۔

ضلع جلریز کابل سے تقریباً 25 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ جلریز میں اہم فوجی اڈے اور چوکیاں فتح کرنے کے بعد مجاہدین کی رسائی کابل تک ہو گئی ہے۔ اب سکیورٹی لحاظ سے مضبوط شہر کابل براہ راست مجاہدین کے زیرِ اثر آ چکا ہے۔ دارالحکومت کابل میں سکیورٹی کے سخت انتظامات، خفیہ کیمروں اور ڈرون طیاروں سے نگرانی کے باوجود مجاہدین کے حملوں کے امکانات بڑھ گئے ہیں۔ مجاہدین کابل کے دروازوں تک پہنچ گئے ہیں۔ وہ اب دشمن کو آسانی کے ساتھ نشانہ بنا سکتے ہیں۔ اسی لیے تین دن مسلسل امریکی فوجیوں کو نشانہ بنایا۔ ایک درجن سے زائد فوجیوں کو ہلاک اور زخمی کیا۔

نصر من اللہ و فتح قریب

صحافیوں کے قاتل کون؟

تمیم توفیق

کابل میں داعش کے حملے میں معصوم شہریوں سمیت 9 صحافی جاں بحق ہوئے ہیں۔ اس واقعے پر مختلف لوگوں نے خوشی کا اظہار کیا۔ جب کہ بڑی تعداد نے اس کی مذمت کی ہے۔ اس واقعے کی بین الاقوامی سطح پر مذمت کی گئی کہ صحافی غیر جانب دار ہوتے ہیں۔ ان پر حملہ صحافت پر حملہ ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ بی بی سی خوست کے نامہ نگار احمد شاہ کو کمپاؤنڈ اور امریکی ملیشیا کے اہل کاروں نے قتل کیا ہے۔ کیوں کہ اس نے عام شہریوں کی ہلاکتوں سے متعلق ایک رپورٹ شائع کی تھی۔ جس میں ان کے مظالم کو بے نقاب کیا تھا۔ تاہم کابل میں صحافیوں کو کس نے قتل کیا؟ اس بارے کچھ لوگ ایک شبہ ظاہر کرتے ہیں، جو یقین کے بہت قریب ہے۔

صحافیوں کو لوگ اس لیے کھل کر ہاتھ نہیں لگا سکتے کہ پھر انہیں میڈیا میں بدنام کیا جائے گا۔ اس لیے صحافیوں کو مختلف طریقوں سے نشانہ بنایا جاتا ہے۔ جس طرح کوئی واقعہ چھپ نہیں سکتا، اسی طرح صحافی کی ناگہانی طور موت راز نہیں رہ سکتی۔ کابل میں نشانہ بننے والے صحافیوں کے قاتلوں کا پتا بھی کچھ شواہد کی بنا پر لگایا جاسکتا ہے۔ جب یہ واقعہ رونما ہوا تو اگلے روز کچھ سماجی میڈیا کے کارکنوں نے لکھا کہ کابل حکومت اس واقعے میں ملوث ہے۔ کیوں کہ 'شش درک' جیسے حساس اور محفوظ علاقے اور ایک مخصوص وقت میں دو دھماکے ہوئے۔ سخت سکیورٹی انتظامات کے حامل عالقے میں ایسا ہونا تقریباً ناممکن ہے۔ یہ ایک نکتہ نظر تھا، جو واضح ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس واقعے میں خود کابل حکومت ملوث ہے۔ حکومت نے اس سے کیا فائدہ اٹھایا ہے، اس کے بارے ابھی کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

وزارت داخلہ نے اس واقعے بارے بتایا کہ دشمن نے کچھ مواقع سے فائدہ اٹھا کر حساس علاقے میں حملہ کیا ہے۔ ڈاکٹر عبداللہ نے بھی سلامتی کونسل کے اجلاس میں مذکورہ واقعے بارے سکیورٹی فورسز پر زور دیا کہ وہ مستقبل میں ایسے واقعات کی روک تھام کے لیے مزید اقدامات کریں۔ اعلی حکام نے سکیورٹی اداروں پر ذمہ داری ڈال کر خود بری الذمہ ہونے کی کوشش کی ہے۔ حملے کا نشانہ بننے والے علاقے میں 14 چیک پوسٹیں تھیں۔ ان میں تعینات سپاہی اس راستے پر لوگوں کی تلاشی بھی لیتے ہیں۔ حتی کہ ایک خبر شائع ہوئی کہ کابل کے شہری زیادہ چیک پوسٹوں اور تلاشی سے تنگ آچکے ہیں۔ ہم طویل عرصے سے حکومتی اہل کاروں کے درمیان اختلافات کی خبریں سنتے چلے آ رہے ہیں۔ کچھ اعلی حکام کے حامیوں نے مخالفین کے گھروں پر حملہ کیا بھی ہے۔ ایک دوسرے کو نقصان بھی پہنچایا ہے۔ اعلی حکام کے درمیان اختلافات کے پیش نظر کچھ لوگوں کو یقین ہے کہ ان کے باہمی اختلاف کی وجہ سے ایک گروپ نے دوسرے گروپ پر حملہ کیا ہے، جس میں صحافی بھی نشانہ بن گئے۔

کچھ صحافی بھی جانب داری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ کچھ صحافی اعلی حکام کے دوست اور ان کے حامی ہوتے ہیں، جو مخالف فریق کے ساتھ امتیازی سلوک کرتے ہیں۔ اس بنا پر یہ شبہ بھی پایا جاتا ہے کہ اس واقعے کی آڑ میں صحافیوں کو نشانہ بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سلامتی کونسل کے سابق چیئرمین رحمت اللہ نبیل نے کہا ہے کہ جب میں اس ادارے کا سربراہ تھا تو حکومت نے رابطہ کر کے مطالبہ کیا کہ وہ داعش کو مضبوط کرنے کے لیے کام کریں۔ رحمت اللہ نبیل کی اس بات سے بھی یہ شبہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس واقعے میں حکومت ملوث ہے۔

اس سے پہلے بھی کچھ حکام اور ارکان پارلیمان نے دعوی کیا تھا کہ حکومت اور امریکا ملک میں داعش کی موجودگی کو میڈیا کے ذریعے بڑھا چڑھا کر پیش کر رہے ہیں۔ اس کے ساتھ مالی تعاون کرتے ہیں۔ ہتھیار فراہم کرتے ہیں۔ شمال مغرب اور شمالی صوبوں کے لوگوں نے کئی بار ہیلی کاپٹرز دیکھے ہیں، جو داعش کے جنگجوؤں کو منتقل کرتے ہیں۔ انہیں ہتھیار فراہم کرتے ہیں۔ نبیل، دیگر حکام اور عوام کی باتوں سے یقین ہوتا ہے کہ داعش کو حکومت اور امریکا کی مکمل حمایت حاصل ہے۔ جس کو پروان چڑھانے کے لیے سلامتی کونسل کا ادارہ پیش پیش ہے۔

اگر ایسا ہی ہے تو پھر ہمیں یہ بھی یقین ہے کہ کابل دھماکوں کی ذمہ داری داعش نے قبول کی ہے۔ تاہم درحقیقت اس میں سلامتی کونسل ملوث ہے۔ صحافیوں کو چاہیے کہ وہ اشرف غنی، ڈاکٹر عبداللہ اور خاص طور پر حنیف اتمر کا گریبان پکڑیں۔ اپنے ساتھیوں کے قاتلوں کو گرفتار کرنے کا مطالبہ کریں۔ بصورت دیگر دیگر صحافیوں کا انجام بھی وہی ہوگا۔ صحافیوں کو چاہیے وہ غیر جانب دار رہیں۔ اگر جانب داری کا مظاہرہ کرتے اور حکومت میں شامل ایک گروپ کی حمایت کریں گے تو ظاہر ہے اس جانب داری کی سزا بھگتنا پڑے گی۔ داعش تو ایک مہرہ ہے۔ اسے امریکا اور حکومت کے اعلی ادارے سلامتی کونسل کی حمایت حاصل ہے۔ بلیک واٹر کے کارندے بھی کابل اور دیگر صوبوں میں سرگرم ہیں، جو مساجد اور پبلک مقامات پر دھماکے کرتے ہیں۔ ان دھماکوں کی ذمہ داری بھی داعش قبول کرلیتی ہے۔ امریکا، افغان سلامتی کونسل، بلیک واٹر اور داعش سب ایک ہیں۔

ان سب کا مقصد ایک ہے۔ یہ افغان عوام کے درمیان تعصب کو پروان چڑھانے اور خانہ جنگی کے لیے راہ ہموار کرنے کی غرض سے سازشوں کا جال بچھا رہے ہیں۔ مجاہدین نے جوزجان اور غور میں داعش کے خلاف کارروائی کی۔ بہترین حکمت عملی کے ساتھ اس کا صفایا کر دیا۔ جب کہ ننگرہار میں بھی مجاہدین نے داعش کے خلاف کارروائی کی۔ تاہم اس دوران امریکی طیاروں نے داعش کو طالبان سے چھڑانے کے لیے ان پر بمباری کی۔ اس صورت حال میں سب کو معلوم ہونا چاہیے کہ افغانستان میں بیس سے زائد دہشت گرد تنظیموں کا دعوی محض پروپیگنڈا ہے۔ صحافیوں کو چاہیے وہ سچ کا ساتھ دیں۔ افغانستان کے دشمن امریکا اور نیٹو کی جارحیت کو جواز فراہم کرنے کے بجائے ان کی سازشوں کو بے نقاب کریں۔ ورنہ وہ ان قوتوں کی جانب سے نشانہ بنتے رہیں گے۔

ننگرہار کے رہنماؤں نے بھی کئی بار کہا ہے کہ داعش کو پروان چڑھانے میں سلامتی کونسل کے سربراہ حنیف اتمر کی سازش کارفرما ہے۔ کابل انتظامیہ اس میں ملوث ہے۔ ظاہر قدیر نے پارلیمنٹ میں حکومت پر الزام لگایا کہ وہ داعش کی حمایت کر رہی ہے۔ انہوں نے سی ڈی، ویڈیو فوٹیج دکھانے اور دیگر ثبوت پیش کرنے کا دعوی بھی کیا۔ تاہم حکومت نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا۔

حال ہی میں جوزجان کے ضلع درزاب میں امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے داعشی جنگجوؤں کے خلاف چوبیس دن پر مشتمل کارروائی کی۔ اس دوران سو سے زائد داعشی ہلاک، درجنوں زخمی، جب کہ ایک سو اٹھائیس گرفتار ہوئے۔ تاہم کابل انتظامیہ نے داعش کے سرکردہ افراد اور اس کے سربراہ کو بچانے کی کوشش کی۔ انہیں ہیلی کاپٹروں کے ذریعے بچایا گیا۔ پھر الزام سے بچنے کے لیے دعوی کیا کہ داعش کے جنگوؤں نے حکومت کے سامنے ہتھیار ڈال دیے ہیں۔ کابل انتظامیہ داعش کی حمایت کر رہی ہے۔ یہ سب امریکی مرضی سے ہوتا ہے۔ صحافی حضرات اس حوالے سے اپنی پالیسی وضع کریں۔ حقیقت کو عوام کے سامنے رکھیں۔

الخندق قابض فوج کے لیے چیلنج

احمد مختار

رواں سال 25 اپریل کو شروع کیا جانے والا الخندق آپریشن دشمن کے لیے سر درد بن چکا ہے۔ حکمت عملی کی بنیاد پر موجودہ آپریشن گزشتہ سالوں کی کارروائیوں کے مقابلے میں کئی اہم خصوصیات کا حامل ہے۔ اس آپریشن کی چند نمایاں خصوصیات ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

شہری ہلاکتوں میں کمی:

پشتو زبان میں مشہور کہاوت ہے کہ 'جب تلوار چلتی ہے تو خون بھی بہتا ہے۔ فریقین کے درمیان جنگ میں ضرور عام شہریوں کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ تاہم اس کو کنٹرول کرنے کے لیے اسلام اور بین الاقوامی سطح پر قوانین موجود ہیں۔ الخندق آپریشن کے آغاز سے اب تک طالبان نے کوئی ایسی کارروائی نہیں کی، جو عام شہریوں کی ہلاکتوں کا سبب ہو۔ صرف ایک واقعہ ایسا ہے، جب قندھار میں غیر ملکی فوجی قافلے پر دھماکہ ہوا تو اس کے قریب مدرسے کے 13 طالب علم اور اس گاؤں کے کچھ بچے شہید ہو گئے تھے۔ کابل انتظامیہ نے اس کی ذمہ داری طالبان پر عائد کی۔ جب کہ طالبان نے کہا کہ غیر ملکی فوج پر حملے کے بعد افغان فوج نے نشانہ بنایا ہے، لیکن حقیقت اللہ جانتا ہے۔ اس کے بعد خندق حملوں کا مقصد صرف فوجی اہداف ہے۔ جس کا اعتراف خود حکومت نے بھی کیا ہے۔ حتی کہ جب طالبان نے فراہ شہر پر حملہ کر کے تقریباً شہر کے اسی فیصد حصے پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا، تب بھی شدید جھڑپوں کے باوجود عام شہریوں کی ہلاکتیں تقریباً نہ ہونے کے برابر تھیں۔ تاہم مجموعی طور پر اس آپریشن کے آغاز سے اب تک سکیورٹی فوج کی ہلاکتوں میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔

عسکری امور کے تجزیہ نگار جاوید کوہستانی نے طلوع نیوز کے ایک پروگرام میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ 'گزشتہ تین ہفتوں میں ایک ہزار سے زائد فوجی ہلاک اور ہزاروں زخمی ہوئے ہیں۔ ایک ماہ کے دوران اتنی بڑی تعداد میں ہلاکتیں حکومت کے لیے المیے سے کم نہیں ہیں۔' چوں کہ کابل انتظامیہ اقتدار کی خاطر فوجی اہل کاروں کی زندگی پر کوئی توجہ نہیں دیتی۔ وہ ان بڑھتی ہوئی ہلاکتوں پر مکمل خاموش ہے۔ اس لیے طالبان نے فوج کی بڑھتی ہلاکتوں کے پیش نظر ضروری سمجھا کہ فوجیوں اور پولیس اہل کاروں کی ہلاکتوں میں اضافے کی روک تھام کے لیے ایک اہم قدم اٹھایا جائے۔ اس کے لیے غزنی اور دیگر صوبوں میں مقامی اور سوشل میڈیا کے ذریعے چند رابطہ نمبروں کا اعلان کیا گیا، جن کے ذریعے فوجی اہل کاروں سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ ان نمبروں پر طالبان کے ساتھ رابطہ کر سکتے ہیں۔ حالتِ جنگ میں بھی مجاہدین کے ساتھ رابطہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ ہتھیار ڈال کر سرنڈر ہو سکتے ہیں۔ مجاہدین ان کی جان و مال کے تحفظ کے لیے تمام ضروری اقدامات اٹھائیں گے۔ انہیں اپنے گھروں تک باحفاظت پہنچائیں گے۔ طالبان کے اس اعلان کے بعد فاریاب، غور، بادغیس اور دیگر صوبوں میں سیکڑوں اہل کاروں نے طالبان کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

وقت کا مناسب انتخاب

الخندق آپریشن کی کامیابی کا دوسرا راز مناسب وقت کا انتخاب ہے۔ اس آپریشن کا اعلان قندوز کے ضلع دشت ارچی میں ایک دینی مدرسے پر وحشیانہ

بمباری کے بعد کیا گیا، جس میں تین سو کے قریب علمائے کرام، حفاظ قرآن اور عام مسلمان شہید ہوئے تھے۔ اگرچہ اس واقعے کے عینی شاہدین، پارلیمنٹ اراکین، قندوز کی صوبائی کونسل کے ارکان، غیر جانب دار صحافیوں اور اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندہ وفد اور اشرف غنی نے بھی اس ناجائز حملے کا اعتراف کیا۔ اس میں نشانہ بننے والے تمام افراد کو عام شہری قرار دیا۔ جب کہ حکومت، خصوصا وزارت دفاع کے جھوٹے ترجمان نے اس مدرسے کو فوجی اڈہ قرار دے کر تمام شہدا کو طالبان کے اہم کمانڈر قرار دیا۔ حکومتی ترجمانوں کے غلط مؤقف اور حقیقت کو نظرانداز کرنے پر عوام نے شدید ردعمل ظاہر کیا۔ اس سے حکومت مخالف نفرت اور انتقام کا جذبہ عوام میں پیدا ہوا۔ ان حالات میں امارت اسلامیہ نے الخندق آپریشن کا اعلان کیا۔

مناسب شرائط

الخندق آپریشن کے اعلان سے 9 ماہ قبل امریکا طالبان خلاف فضائی حملوں اور خون ریز کارروائیوں کا سلسلہ بہت تیز کر دیا تھا۔ قابض فوج کے عسکری حکام نے خود اعتراف کیا کہ ایک ماہ میں 3 ہزار سے زائد بم افغانستان پر گرائے گئے ہیں۔ ٹرمپ کی نئی جنگی حکمت عملی کے بعد امارت اسلامیہ نے بھی اپنی حکمت عملی تبدیل کر دی۔ امریکی طیاروں کی وحشیانہ بمباری کے نقصانات سے بچنے کے لیے مؤثر تکنیک عمل میں لائی۔ تاہم اس جنگ میں عام شہریوں کو جانی اور مالی لحاظ سے بڑے پیمانے پر نقصان ہوا۔ امریکی فوج کی وحشیانہ بمباریوں کے نتیجے میں عوام کے مسلسل جانی نقصان نے عوام میں قابض امریکا اور کٹھ پتلی حکومت کے خلاف نفرت میں بے حد اضافہ کیا۔ مسلسل خون ریز اور المناک واقعات کے نتیجے میں عوام میں جارحیت پسندوں اور کابل انتظامیہ کے خلاف شدید اشتعال پیدا ہوا۔ اس دوران آپریشن کے اعلان سے نوجوانوں کو بدلہ لینے کا نیا موقع ملا۔ فضائی حملوں کے متاثرین نے مجاہدین کے ساتھ اپنا تعاون مزید بڑھا دیا۔

اس کے برعکس تمام تر فضائی حملوں اور سفاکیت کے باوجود مجاہدین ماضی کے مقابلے میں مزید منظم اور مضبوط شکل میں سامنے آئے۔ دشمن کے تمام جدید ترین فوجی ساز و سامان اور جنگی حکمت عملیوں کے باوجود طالبان کے حملوں میں اضافہ دیکھنے کو ملا۔ اس جنگ میں امارت اسلامیہ کی حکمت عملی کامیاب ثابت ہوئی۔ طالبان کے حوصلے بلند ہیں۔ دشمن دفاعی پوزیشن اختیار کر چکا ہے۔ یہ اللہ تعالی کی مدد کا نتیجہ ہے۔

آپریشنل کوآرڈینیشن

اس آپریشن کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ جہادی کارروائیوں کے سلسلے میں افغانستان بھر میں طالبان کے درمیان ہم آہنگی ہے۔ شمال سے لے کر جنوب اور مغرب تک طالبان کے درمیان آپریشنل کوآرڈینیشن موجود ہے۔ اگرچہ کابل انتظامیہ سات صوبوں میں الخندق آپریشن کے تحت طالبان کی کارروائیوں کی شدت کی بات کرتے ہیں، تاہم حقیقت یہ ہے کہ پورے افغانستان میں قابض اور اجرتی فوج کے خلاف کارروائیاں جاری ہیں۔ مختلف صوبوں میں کئی اہم کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں۔ مجاہدین کی روز افزوں پیش رفت کی اطلاعات وقتاً فوقتاً موصول ہو رہی ہیں۔

اب امریکا اور نیٹو امارت اسلامیہ کے خلاف جنگ میں شکست سے دوچار ہیں۔ پینٹاگون اور نیٹو کے عسکری ماہرین، واشنگٹن پوسٹ، نیویارک ٹائمز اور دیگر ذرائع ابلاغ میں شائع ہونے والے سیاسی تجزیے اس حقیقت کا اعتراف ہیں۔ طالبان نے امریکا کے خلاف گوریلا کارروائیوں کا آغاز کیا۔ گزشتہ سترہ برس کے دوران بھرپور مزاحمت کے بعد امارت اسلامیہ کی پوزیشن یہ ہے کہ وہ امریکا اور نیٹو کے لیے بڑا چیلنج ہے۔ بظاہر طالبان اور امریکا کے درمیان عسکری طاقت کے لحاظ سے موازنہ ممکن مضحکہ خیز ہے۔ تاہم عملی طور پر امارت اسلامیہ کا پلڑا بھاری ہے۔

علماء کے نام سے ناجائز فائدہ

نصیر احمد روحانی

کابل انتظامیہ نے گزشتہ دنوں پارلیمنٹ ہاؤس میں علماء کا اجلاس طلب کیا۔ اس میں راقم نے بھی شرکت کی تھی۔ میں ان حقائق پر بات کروں گا، جن پر میڈیا میں واضح الفاظ کے ساتھ بحث نہیں کی گئی ہے۔ مجھے وزاتِ تعلیم کے شعبہ اسلامی تعلیمات میں ملازم ایک دوست نے فون پر بتایا کہ 'مولوی صاحب! کل صبح سات بجے پارلیمنٹ ہاؤس میں علماء کا رنگین اجتماع ہوگا، جس میں آپ بھی شرکت کریں۔' میں نے پوچھا 'اجلاس کا ایجنڈا کس نے بنایا ہے؟' کہنے لگا کہ مجھے پتا نہیں ہے۔ البتہ آپ بھی شرکت کریں اور اپنے دوستوں اور علماء کو بھی اس میں شرکت کی دعوت دیں۔ میں نے یہ سوچ کر ہاں کردی کہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے۔ ممکن ہے اس حوالے سے حسن قراءت یا کوئی اور پروگرام منعقد کیا گیا ہو؟!

اگلے روز صبح ساڑھے سات بجے ہم پارلیمنٹ ہاؤس پہنچے۔ راستے میں سڑکوں پر سکیورٹی انتظامات کے حوالے سے رکاوٹیں نہیں تھیں۔ دروازے پر معمولی سی تلاشی کے بعد حسن سلوک کے ساتھ اندر جانے کی اجازت دی گئی۔ سکیورٹی اہل کاروں کے حسن سلوک نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ بہرحال دل میں کچھ ڈر بھی تھا کہ آیا یہ حسن سلوک کسی تباہی کا پیش خیمہ تو نہیں! جب اندر گئے تو وہاں کھڑے منتظمین مہمانوں کو بند لفافے دے رہے تھے۔ پارلیمنٹ ہاؤس میں داخل ہونے کے بعد اپنے چند دوستوں پر نظر پڑی۔ میں نے ان کے پاس جاکر مصافحہ کیا اور ان سے پوچھا کہ کیا ہو رہا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ صورت حال ٹھیک نہیں ہے۔ پہلے اپنا لفافہ کھول کر دیکھے کہ کتنے پیسے دیے ہیں؟ لفافہ کھولا تو اس سے ایک کاغذ برآمد ہوا، جس پر لکھا تھا:

'فتوی متفقہ علمائے کشور در رابطہ باوضعیت موجود افغانستان'

میں نے ساتھیوں سے کہا کہ ہم بِک چکے ہیں، لیکن قیمت کا پتہ نہیں ہے۔ ایک دوست نے بتایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی قیمت دوسرے لفافے میں دیکھیے۔ میں نے بھی لفافہ کھولا۔ جس میں دس ہزار افغانی تھے۔ ایک ساتھی نے بتایا کہ آپ کے سر پر پکول ہے۔ پارلیمنٹ میں پکول کی یہی قیمت ہے۔ میں نے سر پر پگڑی باندھی ہے۔ اس لیے مجھے پندرہ ہزار افغانی دیے گئے ہیں۔ جب کہ تیسرے ساتھی نے جبہ پہنا ہے اور وہ موٹا بھی ہے، اس لیے اُس کی قیمت بیس ہزار افغانی لگائی گئی ہے۔ میں نے ساتھیوں سے پوچھا کہ تمہیں کس ایجنڈے کے تحت بلایا گیا ہے؟ انہوں نے لاعلمی ظاہر کی۔ میں نے خود کو مدعو کرنے والے دوست سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ مجھے ایجنڈا نہیں بتایا گیا۔ مجھے آپ سے یہ توقع نہیں تھی۔ اس نے کہا کہ مولوی صاحب! قسم لے لیں، مجھے بھی اس کا پتہ نہیں تھا۔ کیوں کہ یہ ہمارے ساتھ بھی پہلی بار ایسا کیا گیا ہے۔ میں نے قطعہ نامہ پڑھا، جس میں ایک طرف مسائل درج تھے۔ بنیادی مسائل کو نظرانداز کیا گیا تھا۔ جیسے افغانستان میں غیر ملکی قابض فوج کی موجودگی۔ رات کے چھاپے۔ امن کن شرائط پر ہوگا۔ اسی طرح دیگر اہم مسائل کو نظرانداز کیا گیا تھا۔

میں نے اجلاس کے شرکاء سے پوچھا تو سب نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ ان سب کو مختلف بہانوں سے مدعو کیا گیا تھا۔ میں نے ساتھیوں سے کہا کہ میں جا رہا ہوں۔ انہوں نے بھی کہا کہ ہم بھی جا رہے ہیں۔ جب ہال کے دروازے پر پہنچے تو وہاں پر تعینات سکیورٹی اہل کاروں نے پوچھا کہ کہاں جارہے ہو؟ میں نے کہا کہ ہمارے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔ ہمیں اجلاس کا ایجنڈا نہیں بتایا گیا۔ سکیورٹی اہل کاروں نے کہا کہ " اب یہیں بیٹھو۔ اب باہر جانے کی اجازت نہیں ہے۔ ہم بھی واپس ہوگئے۔ ہال میں کوئی بھی داخل ہوتا تو یہ سوچتا کہ مجھے دھوکے کے ساتھ بلایا گیا ہے۔ شرکاء کی تعداد بڑھتی گئی۔ کچھ دیر بعد اجلاس قاری عبیدالرحمن کی تلاوت سے باضابطہ شروع ہوا۔

اجلاس میں تین قسم کے لوگ شریک تھے۔

پہلی قسم: غیر جانب دار علماء، جو میری طرح سرکاری ملازم نہیں تھے۔

دوسری قسم: سرکاری علماء، جو امن کمیشن اور وزارت حج واوقاف میں ملازم ہیں۔

تیسری قسم: وہ نام نہاد علماء، جن کے چہروں پر داڑھی تھی اور نہ ہی کبھی کسی دینی مدرسے کے قریب سے گزرے تھے۔ انہوں نے صرف سفید پگڑیاں باندھ رکھی تھیں۔ اکثر ایسے لوگ تھے۔

اجلاس کے منتظمین نے کوشش کی کہ پہلی قسم کے علماء کو سامنے والی نشستوں پر بٹھائیں۔ جب کہ تیسری قسم کے لوگوں کو آخری نشستوں پر بیٹھنے کی ہدایت کی گئی۔ تاکہ کیمروں میں سامنے والے لوگ نظر آئیں اور ہال بھی بھرا ہوا نظر آئے۔ ہال میں 8 سو کے قریب لوگ موجود تھے۔ جب کہ حکومت نے تین ہزار علماء کی شرکت کا دعوی کیا، جو سفید جھوٹ ہے۔ اجلاس شروع ہونے کے بعد علماء نے شور مچایا کہ ہمیں بات کرنے کا موقع دیا جائے۔ لفافے میں دیے گئے قطعہ نامہ میں تمام مشکلات کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے۔ جس پر بحث مباحثہ ضروری ہے۔ اس موقع پر ایک سفید ریش مولوی صاحب نے اپنی جگہ کھڑے ہو کر کہا کہ 'مجھے بات کرنے کا موقع دیا جائے۔ تاکہ ضروری مسائل پر بات کروں۔' اس کے بعد کابل یونیوسٹی کے استاد اور پل خشتی مسجد کے خطیب مولوی عنایت اللہ بلیغ نے بھی موقع دینے کا مطالبہ کیا۔ اسٹیج سیکرٹری نے اعلان کیا کہ سب کو موقع دیا جائے گا، کچھ صبر کریں۔ اس کے بعد مولوی عنایت اللہ بلیغ کو دعوت دی گئی۔ انہوں نے مختلف موضوعات پر تقریر کی۔ فریقین سے مطالبہ کیا کہ وہ رمضان المبارک کے دوران جنگ بندی کریں۔ غیر ملکی قابض فوج کی موجودگی سے متعلق مختصراً انہوں نے کہا کہ افغانستان میں غیر ملکی فوجیوں کی موجودگی تمام مسائل کی بنیادی وجہ ہے۔ ایک اور مولوی صاحب کو خطاب کی دعوت دی گئی، جو حکومت کے کسی محکمے میں سرکاری ملازم بھی ہیں۔ انہوں نے سانحہ قندوز میں حفاظ کرام کی شہادت، زمبق اور جمہوریت ہسپتال کے سامنے رونما ہونے والے دل خراش واقعات کے حوالے سے تقریر کی۔ مزید کہا کہ ہم امن چاہتے ہیں۔ اس نے حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس طرح علمائے کرام کے اجتماعات کا انعقاد نیک شگون ہے۔ مستقبل میں بھی اس کا اہتمام کرنا چاہیے، تاکہ اہم اور ضروری مسائل پر علمائے کرام اپنی تجاویز پیش کریں اور حکومت کی رہنمائی کریں۔

اجلاس میں کسی بھی غیر جانب دار عالم کو موقع نہیں دیا گیا۔ اسٹیج سیکرٹری نے کہا کہ وقت کم ہے۔ اس لیے سب کو موقع نہیں دیا جا سکتا۔ حکومت نے جو قطعہ نامہ تیار ہے، سب اس کو پڑھیں اور اپنی تجاویز اور اعتراضات ہمارے ساتھ شریک کریں۔ ہمارے لیے آپ کی تجاویز قابل قدر ہیں۔ ہم ان پر غور کریں گے۔ اجلاس کے شرکاء نے اپنے نظریے کے مطابق اپنی تجاویز لکھ کر دیں۔ میں نے بھی کچھ تجاویز اور شکایات کے ساتھ اپنی تحریر لکھ کر پیش کر دی۔ جن میں غیر ملکی قابض فوج کی موجودگی، رات کے چھاپوں، وحشیانہ بمباری اور عدالتوں میں شرعی قوانین سے رُوگردانی وغیرہ شامل تھے۔ اس کے بعد اسٹیج سیکرٹری نے اعلان کیا کہ دو افراد پشتو اور فارسی میں اعلامیہ پڑھ کر سنائیں گے۔ دو افراد آ گئے۔ انہوں نے قطعہ نامہ پڑھ کر سنایا۔ اجلاس کے شرکاء نے ہاتھ اٹھا کر اعتراض کیا۔ اس قطعہ بنانے میں مشاورت اور ان کی تجاویز شامل نہ کرنے پر اعتراض کیا۔ کچھ شرکاء نے اجلاس سے واک آؤٹ کیا۔ میں بھی باہر نکل گیا۔ ہال کے دروازے پر پہنچے تو سکیورٹی اہل کاروں نے ہمارا راستہ روکنے کی کوشش کی، تاہم ہماری تعداد زیادہ تھی۔ اس لیے ان کی کوشش کامیاب نہ ہوئی۔

ہال میں صرف دو تین کیمروں والے موجود تھے۔ جو ظاہری شکل سے صحافی نہیں لگتے تھے۔ اجلاس کی تصاویر کھینچوانے کا اہتمام بھی منتظمین نے خود کیا تھا۔ شاید اس لیے میڈیا کو نہیں بلایا گیا کہ ہال میں خطاب کرنے والے علماء کی باتیں میڈیا کے ذریعے منظر عام پر آ جائیں گی۔ جیسا کہ مولوی عنایت اللہ نے غیر ملکی قابض فوج کی موجودگی کے بارے بات کی تھی۔ آج کئی دن گزرے گئے، لیکن میں نے آج تک کسی میڈیا پر مولوی بلیغ کا اجلاس والا خطاب نہیں سنا۔ اجلاس سے پہلے قطعہ نامہ کمپیوٹر سے تیار کر کے اجلاس کے شرکاء میں تقسیم کیا گیا تھا۔ کسی کو بھی پتا نہیں تھا کہ فتوی نما قطعہ نامہ کس نے اور کہاں بنایا ہے؟! قطعہ نامہ میں صفحہ اول سے آخر تک جو کچھ لکھا تھا کہ مسلمانوں کے اندر باہمی جنگ جاری ہے۔ امن بھی درمیان ضروری ہے۔ البتہ یہ واضح نہیں کیا تھا کہ مفاہمت کن شرائط پر اور کون کریں؟ غیر ملکی قابض فوج کی موجودگی بارے کچھ لکھا گیا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ امن کمیشن کے حکام نے یہ قطعہ نامہ تیار کیا تھا۔ کیوں کہ اجلاس کے منتظمین بھی وہی لوگ تھے۔

جب اجلاس میں قطعہ نامہ پڑھ کر سنایا گیا تو اجلاس کے شرکاء سمجھ گئے کہ یہاں ہماری موجودگی برائے نام ہے۔ ہمیں صرف خانہ پُری کے لیے بلایا گیا ہے۔ ہم اس قطعہ نامہ میں تبدیلی کر سکتے ہیں اور نہ کسی فیصلے کا اختیار رکھتے ہیں۔ انہوں نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے اجلاس سے واک آؤٹ کیا۔ جب باہر نکلے تو چاروں اطراف سکیورٹی کے سخت انتظامات تھے۔ واپسی پر شہر پہنچتے ہی ایک دوست نے فون کیا کہ کہاں ہو؟ خودکش دھماکہ ہوا ہے۔ آپ خیریت سے ہیں؟ میں حیران ہوا کہ سکیورٹی کے اتنے انتظامات کے باوجود خودکش حملہ آور کیسے وہاں تک پہنچ گیا۔ اجلاس کے اختتام کا وقت بارہ بجے تھا۔ تاہم بارہ بجے کے بعد بھی اجلاس جاری تھا۔ گیارہ بجے اجلاس سے اعتراض کرنے والے علماء نکل گئے تھے۔ یہ دھماکہ اُن پر ہوا تھا۔ دھماکے کے بعد شکوک پیدا ہوئے کہ غیر جانب دار علماء پر یہ حملہ کیوں کیا گیا؟ تین دن گزرنے کے باوجود اب تک کسی نے ذمہ داری قبول نہیں کی ہے۔ اور حکومت نے بھی اس کی نشاندہی نہیں کی کہ ان علماء کو کس نے نشانہ بنایا ہے؟

اب یہ شکوک حقیقت میں بدل گئے ہیں۔ اعتراض کرنے والے شہید علماء کے قتل میں حکومت ملوث ہے۔ ان علماء کے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے۔ ان کے نام سے غلط فائدہ اٹھایا گیا اور پھر انہیں شہید کر دیا گیا۔

چین کے مسلمان

حسن زوی

سب سے زیادہ آبادی اور زیادہ رقبہ رکھنے والا چین اب عسکری لحاظ سے بڑی عسکری طاقتوں کا حریف بن چکا ہے۔ اگر چائنہ کی خارجہ پالیسی امریکا یا مغربی ممالک کے جیسی ہوتی تو ہم جیسے چھوٹے اور کمزور ممالک کے ساتھ ان کا پڑوسی ہونا بہت سے خطرات اور اندیشوں سے بھرپور ہوتا۔ شاید یہ کسی درجے کی بہتری ہے کہ چائنہ خارجہ پالیسی امریکا اور دیگر مغربی غاصب ممالک جیسی نہیں۔ اس لیے چین کے ساتھ ہم ایسے پڑوسی اور خطے کے کمزور ممالک اس کے فوری شر سے محفوظ ہیں۔ چین دیگر ممالک کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔ وہ اپنی صنعت، زراعت اور تجارت کو ترقی دے رہا ہے۔ پوری دنیا سے اچھے تعلقات کے ذریعے سستی مصنوعات مارکیٹس کو مہیا کرتا ہے۔

چین میں نظام کمیونسٹ ہے۔ اس کی اکثریت دہری ہیں۔ اسی لیے چین بیرونی دنیا میں مذہب کی بنیاد پر کسی سے دشمنی نہیں کرتا۔ مسلمانوں کو بھی اس حوالے سے کوئی خطرہ نہیں ہے۔ وہ مطمئن ہیں کہ چین ہمارے کلچر کو نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ البتہ چینی حدود میں مسلمانوں کے ساتھ جو حد سے زیادہ ظالمانہ سلوک کیا جاتا ہے، اس کی فہرست بہت طویل اور دردناک ہے۔ سرعام مسلمان خواتین کا لباس کاٹنا، عام لوگوں کے سامنے ان کی توہین اس سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ برطانیہ کے مشہور جریدے بزنس ان سائیڈر میں اس حوالے سے شائع ہونے والے مضمون میں آیا ہے کہ 'چین کی پولیس اور سکیورٹی فورسز بازاروں اور عام شاہراہوں پر چین کے سب سے بڑے قبیلے ایغور سے تعلق رکھنے والی مسلمان خواتین سے توہین آمیز رویہ رکھتی ہیں۔ چینی پولیس اور دیگر سکیورٹی اہل کار سڑکوں پر ان مسلمان ایغوری خواتین کو روک کر ان کا اسلامی لباس اور پہنی ہوئی لمبی قمیضیں کاٹ دیتے ہیں۔

اخبار نے ایسی تصویریں بھی شائع کی ہیں، جس میں پولیس سرعام بہت سے لوگوں کے سامنے خواتین کے دامن کاٹ رہی ہے۔ اخبار نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ اسلامی پہچان ختم کرنے کے لیے یہ ایک نیا اقدام ہے۔

ایک ایغوری مسلمان خاتون نے نام نہ ظاہر کرنے کی شرط پر اس جریدے کو بتایا کہ وہ بازار میں جا رہی تھی، جب پولیس نے اسے گرفتار کر کے اس کی طویل قمیص کا نچلا حصہ کاٹ دیا۔ اس سے کہا گیا کہ اگر وہ چین میں رہنا چاہتی ہے تو دیگر عام چینی خواتین کی طرح رہے۔ پھر دھمکی دی کہ دوبارہ ایسی قمیص پہنی تو یہ اس کے لیے بہت نقصان دِہ ہوگا۔ اس جریدے کے نمائندہ خصوصی نے کہا ہے کہ سنکیانگ کی درجنوں خواتین نے عدالتوں میں شکایت پیش کی، مگر عدالت نے حکومت کے اس فیصلے کی تائید کرتے ہوئے کہا کہ چینی خواتین کو اجازت نہیں ہے کہ لمبی قمیضیں یا برقعے پہنیں۔ انہیں چینی خواتین کی طرح بنیان، نیکر یا پتلون پہننا چاہیے، کیوں کہ یہی چین کا کلچر ہے۔ دوسری جانب ایغور مسلمانوں نے ورلڈ ایغور کانگریس نامی تنظیم کے ترجمان دلشاد راخشنت،

جریدے نے یہ بھی لکھا کہ لاکھوں ایغوری مسلمانوں کو اس لیے جیل میں ڈالا گیا کہ انہیں چینی کلچر سکھایا جائے۔ چین کے معاشرتی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا جائے۔ چینی پولیس کی جانب سے ایغوری مسلمان خواتین کے لباس کاٹے جانے کی تصاویر ریڈیو فری ایشیا چینل نے نشر کیں۔ کہا ہے کہ چینی حکومت ان اقدامات کے ذریعے 15 ملین ایغوری مسلمانوں کی دینی شناخت کا خاتمہ چاہتی ہے۔ چین نے ایغوری مسلمانوں کی ہر گلی کوچے میں کیمرے نصب کر رکھے ہیں، تاکہ ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جائے۔ جس نے ایغوری مسلمانوں کو خوف وہراس میں مبتلا کر دیا ہے۔

جنہیں تنظیم کے دیگر رہنماؤں کی طرح ملک بدر کیا گیا ہے، نے چینی حکومت کے اس عمل کی شدید الفاظ میں مذمت کی ہے۔ کہا ہے کہ یہ چین کے مسلمانوں کی شدید توہین ہے۔ ہر کسی کو حق ہے کہ اپنے لیے اپنا لباس خود منتخب کریں۔ چین کی پولیس کو یہ حق نہیں کہ مسلمان خواتین کو یہ بتائے کہ انہیں کیسا لباس پہننا چاہیے؟

برطانوی جریدے ڈیلی ٹیلی گراف نے بھی مسلمان چینی خواتین کے خلاف چینی پولیس اور سکیورٹی قوتوں کی بدسلوکی کی تصدیق کی ہے۔ جریدے نے اپنی رپورٹ میں لکھا ہے ’’گزشتہ 4 ماہ سے چینی حکومت نے ایغور مسلمانوں کے خلاف شدید اقدامات پر زور دیا ہے۔ ائمہ مساجد کو داڑھی کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ مساجد سے منسلک تمام مدارس کی بندش کا حکم دیا ہے۔ سترہ سال سے کم عمر بچوں اور بچیوں کو ناظرہ قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ حکومت نے ائمہ کو حکم دیا ہے کہ جمعے میں عربی کے بجائے چینی زبان میں خطبہ دیا جائے، تاکہ پولیس اور سکیورٹی ادارے سمجھ سکیں۔ ائمہ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ مسجد کے اندر خطیب کے ممبر کے ساتھ چین کا جھنڈا رکھیں۔ ممبر کے قریب قبلے کی دیوار پر نمازیوں کے آگے چین کا قومی ترانہ لکھیں۔ مخالفت کی صورت میں مسجد بند کی جائے گی اور امام کو جیل میں ڈالا جائے گا۔ ایغوری مسلمانوں کا کہنا ہے اس سال چینی حکومت نے مکاتب اور یونیورسٹیوں کے طلبہ اور دیگر حکومتی اداروں کے ملازمین کو روزے رکھنے سے منع کیا۔ جبراً دکانوں میں بلا کر کھانے پینے پر مجبور کر کے روزہ خراب کیا گیا۔

جریدے نے یہ بھی لکھا کہ لاکھوں ایغوری مسلمانوں کو اس لیے جیل میں ڈالا گیا کہ انہیں چینی کلچر سکھایا جائے۔ چین کے معاشرتی اصولوں کے مطابق زندگی گزارنے کا طریقہ سکھایا جائے۔ چینی پولیس کی جانب سے ایغوری مسلمان خواتین کے لباس کاٹے جانے کی تصاویر ریڈیو فری ایشیا چینل نے نشر کیں۔ کہا ہے کہ چینی حکومت ان اقدامات کے ذریعے 15 ملین ایغوری مسلمانوں کی دینی شناخت کا خاتمہ چاہتی ہے۔ چین نے ایغوری مسلمانوں کی ہر گلی کوچے میں کیمرے نصب کر رکھے ہیں، تاکہ ان کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جائے۔ جس نے ایغوری مسلمانوں کو خوف وہراس میں مبتلا کر دیا ہے۔

چین بیرونی دنیا کے داخلی معاملات میں مداخلت نہیں کرتا۔ دیگر اقوام کے ساتھ مذہبی بنیادوں پر دشمنی نہیں کرتا۔ یہ چین کی اچھی پالیسی ہے، مگر چینی حکام کا ایک بڑا عیب یہ ہے کہ وہ اپنی ہر طرح کی پالیسیوں کے بیرونی دنیا پر مرتب ہونے والے اثرات کا جائزہ نہیں لیتے۔ پوری اسلامی دنیا چین کے حریف امریکا سے شدید نفرت رکھتی ہے۔ وہ جانتی ہے کہ اسلامی دنیا میں جنگوں، بدامنی اور تمام ہنگاموں کی بنیاد امریکا ہے۔ اس کے برعکس چین کو کسی بھی ملک میں جنگ، بدامنی یا دیگر مسائل کا باعث نہیں سمجھا جاتا۔ یہ چین کے لیے انتہائی مفید بات ہے۔ اس کی وجہ سے اسلامی دنیا چینی مصنوعات کے لیے بہت بڑی مارکیٹ بن گئی ہے۔ مستقبل میں یہی اسلامی دنیا چین کے سرمایہ کے لیے وسیع میدان بن سکتی ہے۔ اس لیے چین کا مفاد اسی میں ہے کہ ایسے اقدامات سے گریز کرے، جن سے وہ اسلام اور مسلمانوں کی دشمنی مول لے رہا ہے۔

چین کے پڑوس میں ہندوستان میں ہندوؤں کی اکثریت ہے۔ اس میں ڈھائی کروڑ سے زیادہ مسلمان آباد ہیں۔ مسلمانوں کی ہزاروں مساجد اور چھوٹے بڑے مدارس قائم ہیں۔ ان مدارس میں مسلمان بچوں کو صرف قرآن کریم نہیں، بلکہ تمام دینی علوم و فنون سکھائے جاتے ہیں۔ مسلمانوں کے چہروں پر داڑھیاں بھی ہیں۔ مسلمان خواتین پردہ بھی کرتی ہیں۔ مسلمان روزے بھی رکھتے ہیں۔ حج اور عمرہ کرنے بھی جاتے ہیں۔ زکوۃ اور دیگر عبادات بھی بجالاتے ہیں۔ انہوں نے اپنا کلچر اور اپنی پہچان بھی سلامت رکھی ہوئی ہے۔ یہ سب کچھ کبھی بھی ہندوستان کے لیے خطرے کا باعث نہیں بنا۔ ہندوستانی حکومت کے اپنے اعترافات کے مطابق ان مسلمانوں نے ہندوستان کو بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ چین کی سکیورٹی فورسز اور پولیس کمزور مسلم اقلیت کی لمبی قمیصوں، داڑھیوں، روزوں اور قرآن کریم کی تعلیم سے کیوں ڈر رہی ہے؟ چین کا یہ عمل عالم اسلام میں قابل نفرت اور چین کے خلاف انتقام کا جذبہ ضرور پیدا کر سکتا ہے۔ یہ چین کے لیے انتہائی نقصان کی بات ہے۔ اب چین کی مرضی ہے کہ وہ خود کو قابل نفرت اور قابل انتقام بنانا پسند کرتا ہے یا امن کی راہ اختیار کرتا ہے؟!

غزنی آپریشن فوج کی بے بسی

محمد عبداللہ عزم

طالبان نے 10اگست کو صوبہ غزنی کے صدر مقام پر چار اطراف سے حملہ کیا۔ اسٹریٹجک اہمیت کے حامل غزنی شہر پر محض چند گھنٹوں میں اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ شہر سے باہر سو دفاعی چوکیوں پر لیزر گن مجاہدین نے حملہ کیا۔ شہر میں پہلے سے تعینات مجاہدین نے شہر کے اندر سے حملہ کر دیا۔ جس سے دشمن شدید گھبرا گیا۔ غزنی شہر پر ایسے وقت میں حملہ کیا گیا کہ امریکی فوج کے سربراہ جنرل جوزف نے کہا کہ افغان فورسز کے اہل کار اس وقت تک طالبان پر فوجی دباؤ برقرار رکھیں گے، جب تک وہ افغان حکومت کے ساتھ مذاکرات پر آمادگی ظاہر نہیں کریں گے۔ اسی طرح امریکی وزیر دفاع جیمز میٹس نے بھی کہا کہ طالبان کو مذاکرات پر آمادہ کرنے کے لیے فوجی دباؤ بڑھانا بہترین آپشن ہے۔ ان دونوں امریکی حکام نے ایسے وقت اپنے خیالات کا اظہار کیا کہ ان کے سیاسی نمائندوں نے طالبان کے ساتھ مذاکرات شروع کیے ہیں۔

امریکی حکام کے خیالات کے اظہار کے بعد مجاہدین نے فوجی آپریشن کر کے عملاً ان پر واضح کیا کہ امریکی فوجی دباؤ کی وجہ سے ان پر منفی اثرات مرتب نہیں ہوئے، بلکہ اب افغانستان میں عملی طور مجاہدین کی بالادستی ہے۔ مجاہدین نے غزنی شہر فتح کرنے کے علاوہ بھاری مقدار میں اسلحہ اور دیگر وسائل بھی غنیمت میں حاصل کیے۔ رپورٹس کے مطابق مجاہدین نے سو سے زائد فوجی اور بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں کے علاوہ بھاری مقدار میں اسلحہ اور ہتھیار بھی مال غنیمت میں حاصل کیے۔ اسی طرح غزنی شہر میں موی مبارک کے علاقے میں فوجی اڈے سے بڑی تعداد میں ہتھیار، گولہ بارود اور فوجی سامان حاصل ہوا۔ مجاہدین کے مطابق یہاں سے اتنا اسلحہ برآمد ہوا کہ غزنی اور ارد گرد کے صوبوں میں مجاہدین دو سال تک دشمن کے خلاف مزاحمت کر سکتے ہیں۔

وزارت دفاع کے ترجمان غزنی جنگ کے دوران دو دن تک یہ اعلانات کرتے رہے کہ طالبان کو پسپا کر دیا گیا ہے۔ غزنی شہر پر حکومتی فورسز کا کنٹرول برقرار ہے۔ جب اس جنگ میں شدت آئی تو تیسرے روز سرکاری ترجمان نے اعلان کیا کہ شہر کے کچھ علاقوں پر طالبان نے قبضہ کیا ہے، تاہم تازہ دم دستے شہر پہنچ گئے ہیں، جلد طالبان کو پسپا کر دیں گے۔ میڈیا کے نمائندوں نے پانچویں روز ترجمان سے رابطہ کر کے پوچھا کہ مقامی لوگ کہتے ہیں، شہر پر بدستور طالبان کا کنٹرول قائم ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ دو دن میں شہر کو کلیئر کر دیں گے

غزنی آپریشن نے دیگر خصوصیات کے علاوہ مجاہدین کے مقابلے میں امریکا اور نیٹو فوج کی کمزوری اور بے بسی کو بھی ظاہر کر دیا۔ اسی وجہ سے طالبان نے آپریشن کے تیسرے روز دشمن کے خلاف اپنی پیش رفت جاری رکھتے ہوئے شہر کے نوے فیصد حصے پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ جب کہ قابض امریکی اور نیٹو فورسز نے اپنی قوت کا بھرپور استعمال کیا۔ اس کے باوجود وہ مجاہدین کا راستہ نہ روک سکیں۔ بعض سیاسی تجزیہ کاروں نے شبہ ظاہر کیا ہے کہ امریکی فوج غزنی شہر میں طالبان کے خلاف فضائی کارروائی نہیں کرنا چاہتی۔ اسی روز افغانستان میں

غیر ملکی قابض فوج کے ترجمان مارٹن اوڈونل نے کہا کہ ہمارے فوجی مشیر غزنی میں افغان نیشنل آرمی اور سکیورٹی فورسز کے شانہ بشانہ طالبان کے خلاف جنگ میں شریک ہیں۔ جلد ہی طالبان کو غزنی شہر سے بے دخل کر دیا جائے گا۔ ان کا مزید کہنا تھا کہ غزنی جنگ میں امریکی فورسز کے ڈرون طیاروں کے علاوہ جیٹ اور دیگر جنگی طیارے بھی شریک ہیں، جو ایک دن میں بیس سے زائد فضائی حملے طالبان کے ٹھکانوں پر کر رہے ہیں۔

غزنی آپریشن کے آغاز کے ساتھ پہلے روز ہی ملکی سطح پر یہ موضوع سرفہرست رہا۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا نے بھی اہم خبر کے طور پر کوریج دی۔ تمام میڈیا میں وزارت دفاع اور وزارت داخلہ کے ترجمان کے بغیر طالبان کی کامیابی، نظم ونسق اور فوجی بالادستی جیسے پہلوؤں پر گفتگو ہوئی۔ حتی کہ حالیہ دنوں وزارت دفاع اور داخلہ کے ترجمان نے ٹی وی چینلز کے ٹاک شوز کے پروگراموں میں شرکت سے گریز کیا۔

غزنی کے پانچ روزہ آپریشن کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ طالبان کے ترجمان نے جنگ کی تازہ ترین صورت حال کے بارے خبر دینے کے لیے فعال کردار ادا کیا۔ میڈیا کو تازہ ترین صورت حال سے آگاہ کرنے کے لیے امارت اسلامیہ کے ترجمان نے جو کردار ادا کیا، اس پر مقامی میڈیا نے بھی اعتراف کیا۔ طلوع نیوز نے اس حوالے سے ایک خصوصی رپورٹ شائع کی اور پانچ روزہ جنگ کے دوران حکومت اور طالبان کے ترجمان کی ٹوئٹر ٹویٹس کی تعداد بھی بتائی۔ جس کے مطابق وزارت دفاع اور وزارت داخلہ کے ترجمان نے غزنی جنگ کے دوران صرف 23 ٹویٹس کیں، جب کہ امارت اسلامیہ کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد نے تین زبانوں فارسی، پشتو اور انگلش میں سو سے زیادہ ٹویٹس کیں۔ اسی وجہ سے غزنی آپریشن کے چھٹے روز میڈیا کوریج میں ناکامی پر وزارت دفاع کے جھوٹے ترجمان جنرل رادمنش کو نااہل قرار دے کر اپنے عہدے سے سُبک دوش کر دیا گیا۔

وزارت دفاع کے ترجمان غزنی جنگ کے دوران دو دن تک یہ اعلانات کرتے رہے کہ طالبان کو پسپا کر دیا گیا ہے۔ غزنی شہر پر حکومتی فورسز کا کنٹرول برقرار ہے۔ جب اس جنگ میں شدت آئی تو تیسرے روز سرکاری ترجمان نے اعلان کیا کہ شہر کے کچھ علاقوں پر طالبان نے قبضہ کیا ہے، تاہم تازہ دم دستے شہر پہنچ گئے ہیں، جلد طالبان کو پسپا کر دیں گے۔

میڈیا کے نمائندوں نے پانچویں روز ترجمان سے رابطہ کر کے پوچھا کہ مقامی لوگ کہتے ہیں، شہر پر بدستور طالبان کا کنٹرول قائم ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ دو دن میں شہر کو کلیئر کر دیں گے۔ شہر پر ہمسایہ ملک کے فوجی کمانڈروں نے حملہ کیا ہے، اس لیے افغان فورسز نے پسپائی اختیار کی ہے۔ مزید کہا کہ اس جنگ میں پانچ سو سے زائد طالبان مارے گئے ہیں۔ جب کہ حکومت کے سات اہل کار ہلاک اور بارہ زخمی ہیں۔

اس کے بعد الیکٹرانک میڈیا نے بھی ترجمان کا تمسخر اڑانا شروع کیا کہ اس بے چارے کو کچھ پتا نہیں ہے۔ جھوٹ پر مبنی معلومات صحافیوں کو فراہم کر رہا ہے۔ کچھ صحافیوں نے برملا کہا کہ وہ غزنی جنگ کی تازہ ترین صورت حال جاننے کے لیے طالبان ترجمان سے معلومات حاصل کرتے ہیں۔ غزنی شہر میں مواصلات کا نظام درہم برہم ہو گیا۔ حکومت نے انٹرنیٹ سمیت ٹیلی فون سسٹم بند کر دیا۔ جنگ کی تازہ ترین صورت حال جاننے کے لیے صحافی مشکلات کا شکار ہو گئے۔ صحافیوں کی شکایت اور احتجاج کے بعد وزارت دفاع کے نااہل ترجمان کو برطرف کر دیا گیا۔

ہیرو کون ہیں؟

عبید اللہ سارک

ہیر وہ لوگ ہیں، جو اپنے مذہب، وطن اور اقدار کی حفاظت کرتے ہیں۔

ہر طاغوت کے خلاف جارحانہ لڑتے ہیں۔

لوگ اب کرکٹ کے نوجوانوں کو بھی ہیرو سمجھتے ہیں۔

کچھ بد دماغ طاغوتی قوتوں کے غلاموں، کٹھ پتلیوں اور اجرتی قاتلوں کو بھی آزاد اور ہیرو قرار دیتے ہیں۔

البتہ جو لوگ حملہ آوروں کے خلاف لڑ رہے ہیں، انہیں غلام سمجھتے ہیں۔

جو لوگ مسلمانوں کی عزت، حیا اور ناموس کی حفاظت کرتے ہیں، انہیں دہشت گرد قرار دیتے ہیں۔ جو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں، جو آزادی چاہتے ہیں، انہیں غلام اور ایجنٹ کہا جاتا ہے۔

در حقیقت یہی دنیا کے سب سے بڑے ہیرو ہیں۔

یہ لوگ ہیں، جنہوں نے دنیا کی سپر پاور کو صفر کیا ہے۔

ایک کا کہنا ہے کہ انہوں نے کرکٹ میں تمغہ جیت لیا ہے۔

گیندوں میں میڈل اور تمغہ حاصل کیا ہے۔

فن اور موسیقی میں تمغے حاصل کیے ہیں۔

مجھے اور کچھ نہیں معلوم، لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ امارت اسلامیہ نے آزادی کا تمغہ جیتا ہے۔ بہت جلد وطن عزیز کے لیے آزادی کا تمغہ وصول کر کے لایا جائے گا۔ ان شاء اللہ

تَجِدُونَ النَّاسَ مَعَادِنَ۔۔۔

آپ دنیا میں ایسے لوگ تلاش کریں گے، جیسے معدنیات۔

محدثینِ کرام نے اس حدیث شریف کی وضاحت کی ہے کہ انسانوں کی مثال بھی معدنیات جیسی ہے۔ جس طرح سونے اور چاندی کی قیمت میں فرق ہے۔ قیمتی دھات اور غیر قیمتی دھاتیں پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح انسانوں کی تخلیق بھی ایسی ہوئی ہے کہ کچھ لوگ بہت قیمتی، ہیرو اور غیور ہوتے ہیں، جو اپنی عزت اور ناموس پر مضبوط مؤقف کے ساتھ کھڑے ہوتے ہیں۔

یہی وجہ ہے جنگی حکمت عملی، صلاحیت، اخلاقی استحقاق اور فوجی فتوحات کے لحاظ سے انسانوں میں بڑا فرق پایا جاتا ہے۔ کوئی غلام تو کوئی آزاد ہو گا۔ کسی کو مزدور تو کسی کو ہیرو کہا جائے گا۔

تاریخ نے اوراق میں دونوں کو محفوظ کیا ہے۔ کسی کے نام کے ساتھ آزاد اور کسی کے نام کے ساتھ غلام کا لقب لکھا گیا ہے۔ بہر حال افغانستان میں غلام اور ہیرو دونوں قسم کے لوگ موجود ہیں۔

شاہ شجاع، نجیب اللہ، ببرک کارمل، حامد کرزئی اور اس قسم کے دوسرے لوگوں کا نام تاریخ میں غلام طور پر یاد کیا جاتا ہے۔ تاریخ ان کے کارناموں سے تاریخ شرم محسوس کرتی ہے۔

دوسری جانب افغانستان میں ایسے غیور اور بہادر لوگ بھی گزرے ہیں، جنہوں نے ہندوستان اور ایران پر بھی حکمرانی کی ہے۔ افغانستان کی تاریخ میں جو بہادر لوگ گزرے ہیں، ان میں ایک نامی گرامی نام ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ کا ہے، جنہوں نے افغانستان میں شر اور فساد کے تمام قضیے ختم کر دیے۔ اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ سے عوام کو مستفید کیا۔ ایک مثالی حکومت قائم کی۔

جب اسامہ بن لادن نے افغانستان میں ملا محمد عمر مجاہد کی قیادت میں اس سرزمین پر سیاسی پناہ حاصل کی اور ملا محمد عمر رحمہ اللہ کے ساتھ بطور مہمان زندگی بسر کر رہے تھے تو امریکا کو یہ سب برداشت نہیں تھا۔ وہ افغانستان میں اسلامی حکومت نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اُسے یہ بھی برداشت نہیں تھا کہ اُس کے مخالف عرب مجاہدین یہاں پُر امن زندگی بسر کریں۔ اس لیے اس نے ملا محمد عمر سے مطالبہ کیا کہ وہ اسامہ بن لادن اس کے سپرد کریں۔ ملا محمد عمر مجاہد نے ان کے اس مطالبے کا منہ توڑ جواب دیا۔ انہوں نے کہا یہاں کوئی ایسا افغان نہیں ہو گا کہ ایک مسلمان مہمان کو کفار کے سپرد کرے۔ انہوں نے ایک مسلمان مہمان سپرد نہ کرنے کی پاداش میں اپنی حکومت کی قربانی دی۔ طاغوتی قوتوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ امریکا کے خلاف جہاد کیا، جو آج تک جاری ہے۔ بہت جلد افغان عوام جہاد کے ثمرات سے مستفید ہوں گے۔

ان شاء اللہ تعالی

امن مخالف کون ہیں؟

سیف العادل احرار

صدر بش نے افغانستان پر جارحیت کے وقت اعلان کیا کہ افغانستان سے تمام دہشت گردوں کا صفایا کریں گے۔ تین ماہ میں امن قائم کریں گے۔ چناں چہ قابض فوج نے مجاہدین پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ ہزاروں مجاہدین کو گوانتاناموا ور بگرام میں قید کر دیا گیا۔ افغانستان بھر میں ڈیڑھ لاکھ امریکی اور نیٹو فوج نے ظالمانہ کارروائیوں کا آغاز کیا۔ رات کو چھاپوں کے ذریعے نہتے شہریوں کا جینا دوبھر کر دیا۔ آزادی کے نام پر فحاشی کو فروغ دیا گیا۔ سیکڑوں اخبارات، ریڈیو اسٹیشنز اور ٹی وی چینلز کے ذریعے مجاہدین کو بدنام کرنے کے لیے بڑے پیمانے پر پروپیگنڈا کیا گیا۔ دینی اقدار، مدارس اور اسلامی علوم کی حوصلہ شکنی کی گئی۔ جب کہ سیکولر قوتوں کو آگے لایا گیا۔ نام نہاد انتخابات کے ذریعے جرائم پیشہ عناصر، قاتلوں اور لٹیروں کو عوام پر مسلط کر کے افغانستان کو بحرانوں میں جکڑا گیا۔ اللہ تعالی کی مدد اور مجاہد افغان عوام کی حمایت سے مجاہدین نے جلد افغانستان بھر میں دشمن کے خلاف منظم جدوجہد کا آغاز کیا۔ تمام صوبوں میں جہادی کارروائیوں کے ذریعے دشمن کے ہزاروں فوجیوں کو ہلاک اور زخمی کیا گیا۔ بارودی سرنگوں، فدائی حملوں اور گوریلا کارروائیوں کے نتیجے میں بلاشبہ ہزاروں امریکی اور نیٹو فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے۔ جب کہ ہزاروں فوجی اور بکتر بند گاڑیاں تباہ ہوئیں۔ مجاہدین کے ہلاکت خیز حملوں کے بعد امریکا نے طالبان کے ساتھ مذاکرات کرنے اور افغان تنازع کو پرامن طریقے سے حل کرنے کا مؤقف اپنایا۔ امارت اسلامیہ نے بھی اعلان کیا کہ وہ افغان تنازع کا پرامن حل چاہتی ہے۔ افغان مسئلے کا حل مفاہمت اور بات چیت کے ذریعے ممکن ہے۔

> 4 ستمبر کو ماسکو میں منعقد کانفرنس میں طالبان نے بھی شرکت کی یقین دہانی کرائی تھی۔ اس کانفرنس میں امریکا اور کابل انتظامیہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ تاہم امریکا نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا، جس پر کابل انتظامیہ نے بھی شرکت سے معذرت کر لی۔ جس کے بعد اشرف غنی نے روس کے وزیر خارجہ سے ٹیلی فونک رابطے میں کانفرنس کچھ مدت تک ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا۔ اشرف غنی کے ترجمان ہارون چخان سوری نے کہا کہ کانفرنس کی مزید تیاری اور اس کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، تاکہ دونوں ممالک باہمی مشاورت سے دوبارہ کانفرنس کا انعقاد کریں۔ ابھی تک یہ واضح نہیں ہے کہ کب کانفرنس منعقد کی جائے گی، تاہم وزیر خارجہ کے ترجمان نے اعلان کیا کہ کانفرنس میں طالبان کو ایک فریق کے طور پر مدعو کیا گیا تھا، اس لیے کابل انتظامیہ نے اس میں شرکت نہیں کی۔

امریکا نے 2014 میں اپنی فوج کی تعداد کم کر کے سکیورٹی ذمہ داریاں افغان فوج کے سپرد کر دیں۔ امارت اسلامیہ نے پھر مؤقف واضح کیا کہ جب تک افغانستان میں ایک غیر ملکی فوجی موجود رہے گا، تب تک جدوجہد جاری رہے گی۔ امارت اسلامیہ نے مذاکرات کے لیے قطر میں سیاسی دفتر کا افتتاح کیا۔ سیاسی دفتر کے رہنماؤں نے مختلف ممالک کا سفر کر کے دنیا کے سامنے اپنا مؤقف پیش کیا۔ دوسری طرف کابل انتظامیہ نے ہمیشہ امن عمل سے راہ فرار اختیار کرنے کی کوشش کی

ہے۔ قطر دفتر کے افتتاح کے وقت بھی کابل انتظامیہ نے اس کی مخالفت کی۔ ستم ظریفی یہ کہ الٹا الزام مجاہدین پر لگایا کہ وہ امن عمل کے مخالف ہیں۔ حالانکہ مجاہدین نے ہر وقت اپنے کردار سے ثابت کیا ہے کہ وہ امن عمل کے حامی اور سنجیدہ ہیں۔ وہ امن کے لیے تمام کوششوں کو سراہتے ہیں۔

روس نے ماسکو میں افغان تنازع سے متعلق ایک کانفرنس کا اہتمام کیا تھا، جس میں امریکا، کابل حکومت، امارت اسلامیہ سمیت گیارہ ممالک کو مدعو کیا گیا تھا۔ کابل انتظامیہ نے پہلے اس کانفرنس میں شرکت سے انکار کیا، بعد ازاں اس کو ملتوی کرنے کی کوشش کی۔ وزیر خارجہ کے ترجمان نے کہا کہ چوں کہ 'اس کانفرنس میں طالبان کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی ہے، جس پر ہمیں تحفظات ہیں۔' اس لیے کابل انتظامیہ نے اس میں شرکت نہ کی۔ وزیرِ خارجہ نصیر احمد اندیشہ نے کہا کہ ماسکو کانفرنس میں طالبان کو ایک فریق کے طور پر مدعو کیا گیا ہے، جو اجماع کے ساتھ تصادم کے مترادف ہے۔ انہوں نے ایسی کانفرنسوں میں طالبان کی شرکت کو غیر ضروری قرار دیا۔ کابل انتظامیہ اور امریکا کا مؤقف یہ ہے کہ طالبان امن مذاکرات امریکا کے بجائے براہ راست افغان حکومت کے ساتھ کریں۔

امریکا نے طالبان کو کابل انتظامیہ کے ساتھ براہ راست مذاکرات کرنے پر مجبور کرنے کے لیے ان پر مذہبی، سیاسی اور سماجی دباؤ بڑھایا۔ تاہم طالبان نے ہر قسم کے دباؤ کو مسترد کرتے ہوئے اپنے مؤقف کا اعادہ کیا۔ امارت اسلامیہ کے سربراہ نے عید کے موقع پر اپنے پیغام میں واضح کہا کہ وہ امریکا کے ساتھ براہ راست مذاکرات کرنے میں مسئلے کا حل تلاش کریں گے۔ کابل انتظامیہ ایک مہرہ ہے، جس کے پاس کوئی اختیار نہیں ہے۔ افغانستان میں امن اور جنگ کا اختیار امریکا کے پاس ہے۔ امریکی رضامندی کے بغیر کابل انتظامیہ مذاکرات نہیں کر سکتی۔ اس لیے امریکا کے ساتھ براہ راست مذاکرات ناگزیر ہیں۔

4 ستمبر کو ماسکو میں منعقد کانفرنس میں طالبان نے بھی شرکت کی یقین دہانی کرائی تھی۔ اس کانفرنس میں امریکا اور کابل انتظامیہ کو بھی مدعو کیا گیا تھا۔ تاہم امریکا نے اس میں شرکت سے انکار کر دیا، جس پر کابل انتظامیہ نے بھی شرکت سے معذرت کر لی۔ جس کے بعد اشرف غنی نے روس کے وزیر خارجہ سے ٹیلی فونک رابطے میں کانفرنس کچھ مدت تک ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا۔ اشرف غنی کے ترجمان ہارون چخان سوری نے کہا کہ کانفرنس کی مزید تیاری اور اس کو نتیجہ خیز بنانے کے لیے ملتوی کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے، تاکہ دونوں ممالک باہمی مشاورت سے دوبارہ کانفرنس کا انعقاد کریں۔ ابھی تک یہ واضح نہیں ہے کہ کب کانفرنس منعقد کی جائے گی، تاہم وزیر خارجہ کے ترجمان نے اعلان کیا کہ کانفرنس میں طالبان کو ایک فریق کے طور پر مدعو کیا گیا تھا، اس لیے کابل انتظامیہ نے اس میں شرکت نہیں کی۔

یہ واضح ہے کہ کابل انتظامیہ نے ہمیشہ امن عمل کی مخالفت کی ہے۔ جب بھی افغان تنازع کے حل کے لیے سنجیدہ کوششیں ہوئیں، کابل انتظامیہ نے رکاوٹیں پیدا کیں۔ قطر میں سیاسی دفتر کے قیام سے لے کر ماسکو کانفرنس تک ہر موقع پر کابل انتظامیہ نے امن عمل کی راہ میں روڑے اٹکائے ہیں۔ بظاہر وہ امن کے لیے بلند و بانگ دعوے کرتی ہے۔ امن عمل کی کوششوں کا خیر مقدم بھی کیا جاتا ہے، لیکن حقیقت میں کابل انتظامیہ ہی امن عمل کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ اس کا ریموٹ امریکا کے ہاتھ میں ہے۔ ماضی میں افغان تنازع کے حل کے لیے جتنی بھی کوششیں ہوئی ہیں، جہاں بھی کانفرنسز اور اجلاس ہوئے ہیں، ان کے مقابلے میں ماسکو کانفرنس اس لیے مؤثر ثابت ہو سکتی تھی کہ اس میں طالبان کو بھی باضابطہ طور پر شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ طالبان نے بھی اعلان کیا تھا کہ قطر سیاسی دفتر کا نمائندہ وفد اس کانفرنس میں شرکت کرے گا۔

واشنگٹن پوسٹ: دیر آید، درست آید

ابو عابد

سورج کو دو انگلیوں سے نہیں چھپایا جاسکتا۔ طالبان کی حقانیت وہ روشن سورج ہے، جسے گزشتہ بیس سال سے عالمی میڈیا چھپانے کی کوشش کر رہا ہے۔ وہ اب تک اس حقیقت کو افغان عوام یا دنیا میں کسی سے چھپانے میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جس دن سے افغانستان میں امارت اسلامیہ کی حکومت قائم ہوئی تو اسلام دشمنوں نے اس کے خلاف سیاسی اور میڈیا جنگ کا بھی آغاز کر دیا۔ طالبان کو بدنام کرنے کے لیے مغرب کے پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے وسیع پیمانے پر مہم کا آغاز کیا۔ طالبان کے خلاف فلمیں بنائی گئیں۔ کتابیں لکھی گئیں۔ جب امریکا نے براہ راست افغانستان پر جارحیت کی تو آزادی ریڈیو، مشال، ڈیوہ اور سیکڑوں ایف ایم چینلز، پریس اور ٹی وی چینلز کے ذریعے سازشوں کا آغاز کیا گیا۔ تاکہ طالبان کو دنیا سے ناواقف، پس ماندہ، ظالم اور بے تہذیب بنا کر پیش کریں۔ سترہ سالوں سے ہم نے طالبان کے خلاف مغربی میڈیا کا شدید پروپیگنڈا دیکھا ہے۔

مغربی میڈیا کی کوشش تھی کہ امارت اسلامیہ کی حقانیت اور انصاف کے اس سورج کو میڈیائی پروپیگنڈے کے نقاب سے ڈھانپ دیں۔ دو عشروں کے شدید پروپیگنڈے کے بعد امریکا کا انتہائی اہم روزنامہ اس بات کا اعتراف کر رہا ہے کہ طالبان نے جنگ کے ساتھ ساتھ اپنے زیرِ اقتدار علاقوں میں ایک منظم اور حکومت کے بنیادی اصولوں کے مطابق نظام قائم کیا ہے، جو تمام شعبوں میں عوام کی خدمت کر رہا ہے۔

21 جون 2018 کو امریکا کے مشہور روزنامہ واشنگٹن پوسٹ نے ایک رپورٹ نشر کی۔ اس کا عنوان تھا 'طالبان نے بڑی کامیابی سے افغانستان میں متوازی حکومتی نظام قائم کر رکھا ہے۔' یہ رپورٹ ایک ریسرچ پروجیکٹ کی بنیاد پر ترتیب دی گئی۔ جس کے کچھ حصے امریکا میں مقیم افغان صحافی جناب واحد فقیری نے ترجمہ کیے ہیں۔ یہ رپورٹ کے آغاز میں کہتے ہیں کہ جن لوگوں کا خیال ہے کہ طالبان صرف مردوں کو داڑھی نہ رکھنے پر تشدد کا نشانہ بناتے ہیں اور لڑکیوں کو اسکول نہیں جانے دیتے، ان کا یہ خیال ایک نئی اور اہم تحریر کی بنیاد پر غلط ثابت ہو گیا ہے۔

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ طالبان نے حکومت داری کا ایک جدید نظام ایجاد کیا ہے۔ صحت، تعلیم، عدلیہ اور اقتصادی امور کے لیے فعال کمیشنز بنائے ہیں۔ اس تحریر میں 7 صوبوں اور 20 شہروں میں تحقیق کی گئی ہیں۔ واشنگٹن پوسٹ نے لکھا ہے 'اس تازہ ترین تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ طالبان افغانستان کے وسیع رقبے پر حاکم ہیں۔ حکومت کے حوالے سے بہت محتاط ہیں۔ چاہتے ہیں کہ لوگوں کے دل جیت لیں۔ طالبان چاہتے ہیں طاقت اور جبر کی بجائے لوگوں کے خدمت کریں۔ ایسا لگتا ہے مستقبل میں حکومت کے لیے خود کو تیار کر رہے ہیں۔'

رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ افغانستان کے کونے کونے میں طالبان لوگوں کی خوش حالی اور ترقی کے لیے مسلسل کابل انتظامیہ کے حکام سے رابطے میں رہتے ہیں۔ رفاہی اور خیراتی اداروں سے بھی ان کے مضبوط تعلقات ہیں۔

افغانستان کے اکثر علاقوں میں طالبان بجلی کے بل جمع کرتے ہیں۔ ٹیکس جمع کرتے ہیں۔ ان کے قاضی عدالتیں لگاتے ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ طالبان اپنے زیر نگین علاقوں میں لوگوں سے حاکمانہ رویہ نہیں رکھتے، بلکہ ان کے لیے اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ طالبان نے پولیو کے خلاف مہم بھی اچھی طرح چلائی ہیں۔ 2011 سے اب تک 28 خیراتی اداروں سے معاہدے بھی کر رکھے ہیں، تاکہ یہ ادارے ان کے علاقوں میں تعمیر نو اور ترقی کے کام کر سکیں۔

واشنگٹن پوسٹ نے لکھا ہے کابل انتظامیہ اور امریکا اس بات سے ناواقف ہیں کہ طالبان کا کتنا کنٹرول ہے۔ لوگوں پر ان کا اثر و رسوخ کتنا ہے۔ طالبان رہنما آج خود کو باغی نہیں سمجھتے۔ وہ خود کو مستقبل میں افغانستان کے حکمران کے طور پر دیکھ رہے ہیں۔

طالبان کا کہنا ہے ان کی آئندہ حکومت جنگجو نہیں ہوگی۔ کیوں کہ انہیں حکومت داری کا سابقہ تجربہ حاصل ہے۔ وہ اپنی سابقہ غلطیاں نہیں دہرائیں گے۔ طالبان نے اس طرح سے اپنی آئندہ حکومت کے لیے بڑی تعداد میں لوگوں کی تربیت کر رکھی ہے۔ طالبان نے ایک ڈرامائی تبدیلی تعلیم و تربیت کے میدان میں دکھائی ہے۔ طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں کابل انتظامیہ کی نسبت زیادہ بہتر اور مؤثر اساتذہ موجود ہیں۔ طلبا کی حاضری زیادہ بہتر ہے۔ شعبہ تعلیم میں کرپشن اور چوری کم ہے۔ اکثر مقامی افغان شہریوں کا کہنا ہے کہ طالبان نے تعلیم کے شعبے میں اصلاحات قائم کی ہیں۔ طالبان صحت کے شعبے میں کابل انتظامیہ کی نسبت زیادہ بہتر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان میں بدانتظامی اور رشوت بہت کم ہے۔

رپورٹ کا کہنا ہے کہ طالبان عدالتی نظام میں بہت مضبوط ہیں۔ کابل انتظامیہ کی عدالتیں رشوت کا مرکز ہیں۔ طالبان مقامی جھگڑوں کے حل میں بہت ماہر ہیں۔ عام افغان شہری ان سے مطمئن ہیں۔ طالبان کے قاضی تربیت یافتہ لوگ ہیں۔ جو مقامی کلچر اور مسائل سے بخوبی واقف ہیں۔ طالبان کا ٹیکس جمع کرنے کا نظام بہت باریک اور ترقی یافتہ ہے۔ یہ لوگ بجلی کا ٹیکس جمع کرتے ہیں اور عشر و زکوۃ بھی جمع کرتے ہیں۔

درج بالا ساری معلومات واشنگٹن پوسٹ اخبار نے نشر کی ہیں۔ اسی اخبار نے گزشتہ دو عشروں میں طالبان کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا کیا تھا۔ گزشتہ سالوں میں اسی جیسے دیگر چینلز واشنگٹن پوسٹ، نیویارک ٹائمز، سی این این، اے بی سی اور دیگر ادارے اس پروپیگناہ مہم کے سرغنہ رہے ہیں۔ جس کا مقصد طالبان کا حقیقی چہرہ مسخ کرنا اور ان کے حوالے سے لوگوں کے ذہنوں کو گمراہ کرنا تھا۔ ہمارے ملک کا مقامی میڈیا امریکی اخبارات کی ہر بات بہت آب و تاب سے نشر کرتا اور اس کی ہر تحریر پر اعتماد کرتا ہے۔ اب جب کہ واشنگٹن پوسٹ بھی سچ سامنے لانے پر مجبور ہو ہے، طالبان کے نظام، حکومت داری، عدالت، ملک کے تحفظ اور عوام کی خوش حالی کے لیے ان کے اقدامات کا تذکرہ کر رہا ہے تو مغربی میڈیا کے پرانے معتقدین کو چاہیے کہ اس رپورٹ کو بھی ویسی ہی کوریج دیں۔ اسے تسلیم کریں۔ اس پر اعتماد کریں۔

رپورٹ سے ثابت ہوتا کہ حق کو کبھی بھی افسانوں کی گرد میں نہیں چھپایا جاسکتا۔ حق اور سچائی کو مسخ کرنے کے لیے جتنا بھی جھوٹ بولا جائے، بے بنیاد پروپیگنڈے کے بادل جتنے بھی پھیلائے جائیں، مگر وہ پھر بھی روشن سورج کی طرح ظاہر ہو کر رہتا ہے۔ اس کی روشن کرنوں سے جھوٹے چمکادڑوں کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔

عیدین پر امارت کا طرزِ عمل

معین احمد معین

گزشتہ سال اگست میں افغانستان میں ٹرمپ نے اپنی جنگجویانہ اسٹریٹیجی کا اعلان کیا تھا۔ مجاہدین نے اس کے مقابلے میں ایسی متبادل تکنیک کا آغاز کیا، جن کے ذریعے خود کو دشمن کے حملوں سے بچانے کے ساتھ ساتھ دشمن کو بھاری جان و مال نقصان پہنچایا جائے۔ ٹرمپ کی جنگی اسٹریٹیجی میں زیادہ توجہ عسکری حملوں، بمباریوں، عسکری میدان میں امریکی کمانڈروں کو اضافی جنگی اختیارات دینے کے علاوہ پروپیگنڈے اور معاشرتی حوالے سے مجاہدین کے خلاف ایسے حربوں کا استعمال تھا، جن سے انہیں عوام کی نظر میں ناکام اور مغلوب ثابت کیا جائے۔ امریکا کے ان حربوں میں سے ایک کابل انتظامیہ کے سربراہ اشرف غنی کی جانب سے امارت اسلامیہ کو مذاکرات کی پیش کش تھی۔ عیدالفطر کے دنوں طویل فائربندی کی پیش کش بھی تھی۔ امارت اسلامیہ نے دشمن کے یہ دونوں سیاسی اور میڈیائی حربے انتہائی حکمت اور مہارت سے ناکام بنا دیے۔

امارت اسلامیہ نے اشرف غنی کے صلح کی پیش کش، امارت اسلامیہ کے رہنماؤں کے ناموں کا بلیک لسٹ سے اخراج، کابل میں ایک سیاسی تنظیم کی حیثیت سے کام کرنے کی اجازت جیسے دیگر بہت سے معاملات کو اس لیے مسترد کر دیا کہ اول تو یہ سارے معاملات پورے کرنے کا اختیار اشرف غنی کو حاصل نہیں ہے۔ دوم یہ کہ امارت اسلامیہ نے قربانیاں صرف اس لیے نہیں دیں کہ کابل میں محض ایک سیاسی دفتر کھولنے کی اجازت مل جائے! یہاں ان کامیابیوں پر طائرانہ نگاہ ڈالتے ہیں، جو اس جوابی تکنیک سے مجاہدین نے حاصل کیں:

فائربندی کے آغاز کے بعد آخری لمحے تک پورے ملک میں یہ اس طرح نافذ رہی کہ اس نے دشمن کے تمام پروپیگنڈے غلط ثابت کر دیے۔ پورے ملک میں جہادی کارروائیوں کی محدود وقت تک مکمل بندش نے یہ واضح کر دیا کہ اس صف کی کمان اور قیادت متحد ہے۔ اس کے علاوہ پورے ملک میں افغان فوجیوں کے خلاف کارروائیوں کا رکنا اور فائربندی کے خاتمے کے فوراً بعد پورے ملک میں جہادی کارروائیوں کا آغاز مجاہدین کی اطاعت شعاری کا مظہر ہے۔ دارالحکومت کابل اور بڑے شہروں میں مجاہدین کا منظم اور مسلح ظہور فائربندی کی وہ کامیابی ہے، جس نے دشمن کو عسکری اور میڈیائی حوالے سے شدید متاثر کیا ہے۔ کابل میں مجاہدین کے منظم و مسلح ظہور سے دشمن کی بوکھلاہٹ وزیرداخلہ ویس برمک کی حالت سے بخوبی واضح ہوتی ہے۔ فائربندی کے تیسرے روز یہ لطیفہ ہوا ویس برمک کابل کے مغربی حصے میں ایک کم عمر مجاہد کے سامنے آئے تو بار بار کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے ہوئے کہنے لگے کہ 'ہم بھی مسلمان ہیں۔'

دارالحکومت کابل اور ملک کے بڑے شہروں میں مجاہدین کا منظم ظہور درحقیقت ان کی عسکری نمائش تھی، جس نے امریکا اور اس کے حامیوں کو جھنجھوڑا ہے۔ مجاہدین فاتحانہ حوصلوں کے ساتھ کابل اور دیگر بڑے شہروں میں داخل ہوئے۔ مجاہدین کی جانب سے عسکری ظہور نے وہ تمام پروپیگنڈے غلط ثابت کر دیے، جن میں دشمن کہہ رہا تھا کہ 'یہ لوگ نیا اسلحہ اور عسکری وسائل بیرونی ممالک سے حاصل کرتے ہیں۔' اس لیے مجاہدین اس اسلحے اور وسائل کے ساتھ شہروں میں داخل ہوئے، جو انہوں نے جنگوں میں امریکا اور اس کی کٹھ پتلیوں سے غنیمت میں حاصل کیے تھے۔ انتہائی منظم طریقے اور بلند حوصلے سے شہروں میں مجاہدین کا داخل ہونا یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ سب اسی سرزمین کے غیور فرزند ہیں، جو اسلام اور ملک کے دفاع کے لیے جہاد اور سرفروشی کی راہ پر چل پڑے ہیں۔ عیش و عشرت کی جگہ پہاڑوں اور جہادی محاذوں کی مشکلات اور مسائل سے بھرپور زندگی گزار رہے ہیں۔

اسی طرح مجاہدین نے شہروں میں داخل ہو کر دشمن کے عسکری مراکز کے راستے معلوم کر لیے۔ دارالحکومت کابل سے لے کر قندھار، غزنی اور دیگر شہروں تک مجاہدین نے فائربندی کے بعد وہاں دشمن کے خلاف مؤثر کارروائیاں کیں۔ کابل شہر میں سی آئی اے کے سب سے مضبوط ایجنٹ عزیزاللہ کاروان کی ہلاکت بھی انہی کارروائیوں میں سے تھی۔

ٹرمپ کی ناکام پالیسی

قاری نثار احمد

صدر ٹرمپ نے منصب صدارت پر فائز ہونے کے بعد اعلان کیا کہ وہ افغانستان کی پالیسی پر نظرثانی کریں گے۔ انہوں نے سات ماہ بعد 22 اگست 2017 کو افغانستان اور جنوبی ایشیا سے متعلق نئی حکمت عملی کا اعلان کیا۔ ان کا کہنا تھا'اب ہم افغانستان میں بھیجے جانے والے امریکی فوجیوں کی تعداد کا اعلان نہیں کریں گے، بلکہ جیت اور کامیابی کے لیے جتنی ضرورت ہوگی، بھیجیں گے۔ مقامی کمانڈروں کو کامیابی کے لیے ایکشن کی کھلی چھوٹ ہوگی'۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ امریکا اپنی عالمی برتری کے تمام عوامل یعنی ڈپلومیسی، فوجی طاقت اور انٹیلی جنس کا بھرپور استعمال کر کے کامیابی یقینی بنائے گا۔ اس کے بعد صدر ٹرمپ نے مزید امریکی فوجی مع تمام جنگی اسلحہ و حکمت عملی افغانستان بھیجنے کی منظوری دی۔ تب افغانستان میں 9 ہزار امریکی فوجی پہلے ہی موجود تھے۔ نئی امریکی پالیسی کے بعد امریکی اور افغان فوج نے افغانستان میں فضائی حملوں میں تین گنا اضافہ کر دیا۔ بم نہتے شہریوں پر ہزاروں بم گرائے گئے۔ سی آئی اے اور امریکی انٹیلی جنس ادارے اور اسپیشل آپریشنز کا کردار اور زور افغانستان میں بڑھا دیا گیا۔

کابل انتظامیہ نے بند آنکھوں کے ساتھ ٹرمپ کی جنگی پالیسی کا خیر مقدم کیا۔ اس کو افغان تنازع کے حل کے لیے بہترین حکمت عملی قرار دیا۔ نئی پالیسی کے بعد ملک بھر میں وحشیانہ بمباری اور سفاکانہ چھاپے شروع ہوئے۔ اگرچہ چھاپوں اور فضائی کارروائیوں میں نہتے شہریوں کو بھاری جانی و مالی نقصانات کا سامنا ہوا، تاہم میدان جنگ میں دشمن کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوا۔ ٹرمپ نے افغان جنگ سے متعلق پالیسی کے اعلان سے قبل کہا تھا کہ وہ جاننا چاہتے ہیں کہ آخر امریکی فوج 17 برس سے افغانستان میں کیا کر رہی ہے؟ لگتا یوں ہے کہ ٹرمپ نے بھی امریکی اسٹیبلشمنٹ کے سامنے گھٹنے ٹیک دیے ہیں۔ ٹرمپ کو بتایا گیا کہ افغانستان میں معدنی وسائل کے ذخیرے ایک ٹریلین ڈالرز سے بھی زیادہ موجود ہیں، جن سے افغانستان میں موجودہ اور مستقبل میں جنگی اخراجات کی ریکوری ممکن ہے۔ سات ماہ کے بعد ٹرمپ نے 16 برس سے افغانستان میں جاری امریکی تاریخ کی طویل ترین جنگ سے متعلق اپنی ترجیحات کا اعلان کیا۔ جس کے بعد افغانستان میں ایک اعلی امریکی جنرل جان نکلسن نے فضائی طاقت کی بے لگام کارروائیوں کا آغاز کر دیا۔

نئی امریکی پالیسی کے بعد قابض امریکی اور افغان اجرتی فوج نے اعلان کیا کہ موسم سرما میں ملک بھر میں طالبان کے خلاف متعدد فوجی آپریشنز کیے جائیں گے۔ موسم بہار کی آمد سے قبل ان کا صفایا کر دیں گے۔ انہیں کھلی چھوٹ دی گئی، جس سے انہوں نے فائدہ اٹھاتے ہوئے طالبان کے نام پر نہتے شہریوں، مساجد، دینی مدارس، اسکولز، کلینکس اور مارکیٹوں کو نشانہ بنانا شروع کیا۔ مجموعی طور پر ایک سال کے دوران امریکا اور کابل انتظامیہ کی جانب سے فضائی حملوں میں زیادہ تر عام افغان شہری شہید اور زخمی ہوئے۔ قندوز، فراہ، لوگر، ننگرہار سمیت دیگر صوبوں میں کئی دل خراش واقعات رونما ہوئے۔ ان واقعات کی ایک طویل فہرست میں سانحہ قندوز بھی شامل ہے اس نے دنیا بھر کے مسلمانوں کو سوگوار کیا تھا دشمن کے ظلم کے ردعمل میں مجاہدین نے ملک بھر میں حملہ آوروں اور ان کے حواریوں کے خلاف ہلاکت خیز حملوں کا نیا سلسلہ شروع کیا۔ بالخصوص الخندق آپریشن کے بعد مجاہدین کے حملوں میں بہت شدت آئی ہے۔ فتوحات کا نیا دور شروع ہوا ہے۔ ان حملوں میں درجنوں قابض فوجی اور ہزاروں افغان اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے۔ صوبہ فراہ اور صوبہ غزنی کے علاوہ ایک درجن سے زائد اضلاع اور سیکڑوں کی تعداد میں چوکیوں کو فتح کرنے کی تاریخ رقم کی۔

دشمن نے مجاہدین کے خلاف سیاسی میدان میں پروپیگنڈے کا نیا محاذ کھول دیا۔ تاہم امارت اسلامیہ کے اصولی مؤقف پر کوئی منفی اثر نہیں ہوا۔ دشمن نے دنیا اور افغان عوام کو دھوکہ دینے کے لیے کابل امن عمل کے نام سے ڈرامہ شروع کیا۔ میڈیا کے ذریعے اس کے لیے بڑے پیمانے پر پروپیگنڈا کیا گیا۔ تاہم انہیں ان کوششوں کے مطلوبہ نتائج نہیں ملے۔ امریکا 15 سال تک 783 ارب ڈالرز خرچ کر کے بھی افغانستان کو فتح نہیں کر سکا۔ ڈونلڈ ٹرمپ کا منصب صدارت پر پہلا برس یقینی طور پر افغانستان کے حوالے سے مایوس کن رہا۔ وہ مایوس کن پالیسی کی وجہ سے مسلسل مقبولیت کھو رہے ہیں۔ حملہ آور اور کابل انتظامیہ افغانستان کے موجودہ زمینی حقائق سے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔ افغانستان کے پیچیدہ مسئلے کو گہری نظر سے نہیں دیکھ رہے۔ دشمن کو معلوم ہے کہ افغان تنازع کی بنیادی وجہ کیا ہے اور اس کے لیے کیا کرنا چاہیے۔ تاہم وہ اس تنازع کے حل کرنے کے لیے سنجیدہ نہیں ہیں۔ وہ افغانستان کو پُرامن نہیں دیکھنا چاہتے۔ ان کے مفادات جنگ میں ہیں۔ امارت اسلامیہ اعلی دینی اقدار اور ریاستی خودمختاری کے حصول کے لیے پُرعزم ہے۔ جیسے سترہ برس ملک کے دفاع اور ناجائز قبضے کے خلاف جہاد کا علم بلند رکھا، اسی طرح مستقبل میں بھی مقدس جہاد جاری رہے گا۔ مجاہدین ملک و قوم کے مفادات پر ہرگز سمجھوتہ نہیں کریں گے۔ اللہ تعالی کی مدد اور مجاہد عوام کی حمایت سے آزادی اور اسلامی نظام کے نفاذ تک مزاحمت جاری رہے گی۔ ٹرمپ کو چاہیے وہ افغانستان کی طویل جنگ سے سبق حاصل کریں۔ اپنی ایک سالہ پالیسی کا بغور جائزہ لیں۔ اس پر نظرثانی کریں۔ بہتر یہ ہے کہ وہ بلاتاخیر افغانستان سے اپنی فوج کے انخلا کی پالیسی وضع کریں۔

کیا امریکا قابل بھروسہ ہے؟

عبید ارمان

چند دن قبل خبر آئی کہ صدر ٹرمپ کے حکم پر ’امریکی اور افغان فورسز افغانستان کے دیہی اور دور دراز علاقوں سے نکل کر صرف شہروں کے دفاع کی ذمہ داری نبھائیں گی۔‘ اس سے قبل بھی امریکی جریدے نیویارک ٹائمز نے یہ رپورٹ دی تھی کہ وزارت خارجہ کی سیاسی مشیر ایلس ویلز نے قطر کے دارالحکومت دوحا میں امارت اسلامیہ کے سیاسی رہنماؤں سے ملاقات کی، جس میں کئی مسائل پر گفتگو کی گئی۔ جسے مغربی میڈیا اور مبصرین نے افغان مسئلے کے حل کے لیے ایک مثبت قدم قرار دیا۔ کہا گیا کہ امید ہے مستقبل میں بھی دونوں فریق بات چیت کا سلسلہ برقرار رکھیں گے ،تاکہ حتمی نتیجے تک پہنچنے کے لیے راہ عمل کا تعین کیا جاسکے۔

> **امریکا اور کابل ادارہ ایک مرتبہ پھر کچھ علاقوں میں مقامی افراد کو ’علاقائی ملیشیا‘ کا نام دے کر طالبان کے خلاف لڑانا چاہتا ہے۔ طالبان دشمن کے اس منصوبے کو خصوصی توجہ دے کر ناکام بنائیں۔ عوام کے سامنے اس کے نقصانات واضح کریں۔ عوام پہلے ہی ان علاقائی جنگجوؤں کے مظالم کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ وہ اب طالبان کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑے ہیں۔ دشمن کے ہر قسم کے منصوبے کے سامنے طالبان کے مؤقف کو بہ سرِ چشم تسلیم کرتے ہیں۔**

برطانوی جریدے ڈیلی میل نے کئی امریکی سیاست دانوں کے حوالے سے انکشاف کیا کہ ’ ٹرمپ افغان جنگ کا حوصلہ ہار چکے ہیں۔ امکان ہے مستقبل قریب میں افغانستان سے اپنی فوج کے انخلا کا اعلان کر دیں۔ اس لیے ان کی خواہش ہے کہ طالبان کے ساتھ بات چیت کے ذریعے کسی نتیجے پر پہنچا جائے۔‘

رپورٹ کے مطابق امریکا اپنی فوج کے انخلا کے بعد افغانستان کی سکیورٹی صورت حال پر تشویش میں مبتلا ہے۔ اس لیے وہ چاہتا ہے اس موضوع پر طالبان کا مؤقف بھی سنا جائے۔

سیاسی تجزیہ کاروں کے مطابق امریکا اپنے کٹھ پتلیوں پر اعتماد کھو چکا ہے۔ امریکا کے اس نئے اقدام کے بارے میں کابل ادارے کا ردِ عمل کیا ہوگا، اس بارے مبصرین کا خیال ہے کہ ’ کابل حکومت امریکا کی غلام ہے۔ وہ ہر کام میں امریکی حکم کی پابند ہے۔ امریکا نے افغانستان کے دور دراز علاقوں سے افغان اہل کاروں کے انخلا کے بارے میں جو فیصلہ کیا ہے، اشرف غنی مجبور ہیں کہ بلا چوں وچرا اس فیصلے پر عمل درآمد کو یقینی بنائیں۔ کیوں کہ افغان وزارت خارجہ کا بجٹ ٹرمپ ہی منظور کرتے ہیں۔ جو افغان اہل کار شہروں سے باہر تعینات ہیں، ان کی تنخواہ بھی امریکی حکومت دیتی ہے۔ جب تنخواہ، وردی، اسلحہ اور گاڑیاں سب امریکی بجٹ سے آتے ہیں تو پھر کابل ادارہ مجبور ہے کہ امریکا کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرے۔ یہاں اشرف غنی کی چلتی ہے اور نہ عبداللہ عبداللہ کی۔

امریکا کے اس فیصلے کے پیچھے کون سے محرکات ہیں، اس بارے مبصرین کا خیال ہے کہ کیا امریکا واقعی چاہتا ہے کہ دور دراز علاقوں میں اپنی توانائی کے

بے جا خرچ کو روکا جائے؟ اس کے ذریعے شہروں کی حفاظت کے لیے مضبوط حصار قائم کیا جائے؟ یا اس کے پیچھے کوئی خونی منصوبہ ہے؟ یہ طبعی بات ہے کہ جب مذکورہ علاقوں سے امریکی اور افغان کٹھ پتلی نکل جائیں گے تو ان مراکز پر طالبان قابض ہو جائیں گے۔ جسے فوجی اور سیاسی لحاظ سے امریکا کی شکست اور طالبان کی فتح قرار دیا جا سکتا ہے۔ تشویش اس بات کی ہے کہ ممکنہ طور پر امریکا مذکورہ مراکز کو جی پی ایس سسٹم کے ذریعے چوبیس گھنٹے اپنی نگاہ میں رکھتا ہو۔ جب طالبان وہاں داخل ہوں تو ایسے ہتھیاروں سے بمباری کی جائے، جن سے وسیع پیمانے پر نقصان ممکن ہو۔ یہ طالبان کے لیے ناقابل تلافی نقصان ثابت ہو گا۔ اس لیے طالبان اس صورت حال کو ہر زاویے سے دیکھ رہے ہیں۔

امریکا وہ شیطان ہے، جو کسی بھی ظلم اور وحشت سے دریغ نہیں کرتا۔ کسی بھی جنگی جرم پر اسے احساس ندامت نہیں ہوتا۔ امریکا کی پوری تاریخ جنگی جرائم سے بھری پڑی ہے۔ 1945ء میں جاپان پر ایسے وقت میں ایٹم بم گرایا گیا، جب وہ اس کے سامنے ہتھیار ڈال چکا تھا۔ امریکا نے 6 اگست 1945ء کو B29 طیارے کے ذریعے 'لٹل بوائے' کے نام سے جاپانی شہر ہیروشیما پر ایٹم بم گرا کر لاکھوں انسانوں کو چند سیکنڈز میں موت کے منہ میں جھونک دیا تھا۔ اس کے تین دن بعد 9 اگست 1945ء کو جاپان کے ایک اور صنعتی شہر ناگاساکی پر دوسرا ایٹم بم گرایا، جس کے نتیجے میں کم سے کم 75000 افراد ایک ہی آن میں لقمہ اجل بن گئے۔ جب کہ ہیروشیما میں ایک لاکھ چوبیس ہزار افراد ہلاک ہوئے۔ صنعتی شہر ناگاساکی حملے کے نتیجے میں 30 فیصد مکمل طور پر تباہ ہو گیا۔ جاپان کو 56 ارب ڈالر کا اقتصادی نقصان پہنچا۔

یہی وجہ ہے امریکا پر بھروسہ کرنا اجتماعی خودکشی کے مترادف عمل ہے۔ امریکا ایک شیطانی اور سازشی ذہن والا ملک ہے۔ اس تازہ اقدام کے پیچھے ضرور کوئی خفیہ ہدف ہو گا، اس لیے طالبان کو چاہیے اس طرف خصوصی توجہ دیں۔ کسی قسم کی لاپرواہی نہ کریں۔ کیوں کہ آپ کی ایک ادنی غلطی ناقابل تلافی نقصان کا باعث بن سکتی ہے۔ بڑے اجتماعات سے گریز اور دشمن کے مراکز کے اطراف کا خصوصی جائزہ لینے کے بعد اپنی پیش قدمی جاری رکھیں۔ جب بھی طالبان امریکی اور افغان اہل کاروں کے چھوڑے ہوئے مراکز کا کنٹرول حاصل کرنا چاہتے ہوں، مختلف زاویوں سے اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ وہاں جانا طالبان کے مفاد میں ہے؟ اگر اس علاقے کی کوئی اسٹریٹیجک اہمیت نہ ہو اور دشمن کے حملے کا خطرہ ہو تو وہاں جانے میں عجلت سے کام نہ لیں۔

امارت کے رہنماؤں کو چاہیے اس بارے ایک منظم پالیسی بنائی جائے۔ ایک فوجی میکنیزم کے تحت کوشش کی جائے کہ دشمن مجاہدین کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ دوسری جانب خالی کیے گئے علاقوں پر دشمن کے دوبارہ قبضے کی راہ روکنے کے لیے ایک جامع پالیسی کی ضرورت ہے۔ اس بارے علاقے کے عوام کی رائے سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے۔ علاقے کے علماء، قبائلی عمائدین اور بزرگوں کے مشوروں کے مطابق منصوبے بنا کر عمل کیا جائے۔ ہر اس اقدام سے گریز کیا جائے، جو عوام کے لیے کسی تکلیف کا باعث ہو۔

امریکا اور کابل ادارہ ایک مرتبہ پھر کچھ علاقوں میں مقامی افراد کو 'علاقائی ملیشیا' کا نام دے کر طالبان کے خلاف لڑانا چاہتا ہے۔ طالبان دشمن کے اس منصوبے کو خصوصی توجہ دے کر ناکام بنائیں۔ عوام کے سامنے اس کے نقصانات واضح کریں۔

عوام پہلے ہی ان علاقائی جنگجوؤں کے مظالم کا مشاہدہ کر چکے ہیں۔ وہ اب طالبان کے ساتھ شانہ بہ شانہ کھڑے ہیں۔ دشمن کے ہر قسم کے منصوبے کے سامنے طالبان کے مؤقف کو بہ سرِ چشم تسلیم کرتے ہیں۔

غلامی کے معاہدے

فیض اللہ فیض

امریکا اور نیٹو کے ساتھ افغان انتظامیہ کے معاہدے افغانستان کی معاصر تاریخ میں نہایت شرم ناک ہیں۔ شاہ شجاع نے انگریز کے ساتھ معاہدے کر کے لاہور، کشمیر اور ڈیرہ جات سمیت کئی افغان علاقے اس کے سپرد کر دیے۔ دوست محمد خان نے معاہدہ جمرود میں افغان سیاست کے فیصلوں کا اختیار انگریز کو دے دیا۔ معاہدہ گندمک، معاہدہ ڈیورنڈ، حتی کہ 1921 میں امان اللہ خان کے راولپنڈی میں کیے گئے معاہدوں میں کئی حوالوں سے سقم تھا۔ یہ پہلی مرتبہ ہو رہا ہے کہ افغان حاکم اپنی ہی سرزمین پر امریکی اڈے تسلیم کر رہا ہے۔ حالانکہ ڈاکٹر نجیب کے دور کے آئین میں یہ اصول درج تھا کہ افغانستان کسی بھی صورت میں بیرونی جارح کو اڈے فراہم نہیں کرے گا۔ حیرت ہے کہ ملی وحدت کے نام پر بنی حکومت نے کیوں یہ راستہ اپنایا؟ مجھے نہیں معلوم کہ حکومت کے موجودہ کرتے دھرتے تاریخ سے کیا توقع رکھیں گے؟! موجودہ حکومت نے افغان عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کوئی قابل ذکر کارنامہ سرانجام نہیں دیا، بلکہ اس نے امریکا اور نیٹو کے ساتھ ایسے معاہدے کیے، جن کے منفی اثرات افغانستان کے مسلمان مستقبل بعید تک محسوس کریں گے۔ ان کی کوشش ہوتی ہے کہ افغانستان کے حالات بد سے بدتر کر دیے جائیں۔ مستقبل میں بہتری کی کوئی توقع ہی نہ ہو۔

اس ملی خیانت میں صرف اشرف غنی اور عبداللہ عبداللہ کے ساتھ وہ سابق جہادی راہنما اور موجودہ درباری مولوی بھی برابر کے شریک ہیں، جنہوں نے اس معاہدے کی منظوری کے لیے کوششیں کیں۔ اس کے جواز کے لیے شرعی توجیہات پیش کرتے رہے۔ ان میں سیاسی کم فہمی اس حد تک ہے کہ انہیں ان معاہدوں کے انجام کا قطعی کوئی پتا نہیں ہے۔ قوی امکان ہے کہ بہت سوں کو یا تو بہکایا گیا ہے یا پھر امریکی سفارت خانے سے بھاری رقوم ملی ہیں۔ جب تک امریکا اپنے ساز و سامان اور وسائل کے ساتھ موجود ہوگا، تب تک بہت کم لوگ اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہیں گے۔ وہ ملکی مفاد، ملی حاکمیت اور سیاسی استقلال کے نام پر ایسے اقدامات اٹھائیں گے، جو کل تاریخ کی عدالت میں ان کے لیے عار ہوں گے۔

پشتو کی ایک کہاوت ہے کہ 'عہدے اور مناصب ہمیشہ نہیں رہتے'۔ اسی تناظر میں کہا جا سکتا ہے کہ ہمیشہ کے لیے نہ تو اشرف غنی کی حکومت ہوگی اور نہ ہی عبد اللہ کی۔ اور امریکا بھی ہمیشہ یہاں نہیں رہ سکتا۔ ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے، جس میں تاریخ ایسا فیصلہ سنائے گی، جس میں کس کا بس نہیں چلے گا۔ حال ہی میں سینٹ میں یہ بات بھی زیر بحث آئی ہے کہ 'اگر امریکا نے بدامنی میں ہمارے ساتھ تعاون نہ کیا تو ہم امن معاہدے پر نظرثانی کریں گے۔' یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ وقتاً فوقتاً سینٹ اور اسمبلی سمیت مختلف فورمز پر یہی بات تکرار کے ساتھ کہی گئی ہے۔ پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا بھی اس بات کے گواہ ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ بیان ہر مرتبہ محض ایک بیان ہی کی حد تک میڈیا پر شائع ہوا ہے۔ ایسے لوگ بھی قومی مشاورتی کونسل میں بیٹھے ہیں، جو سیاست کی الف بے سے بھی واقف نہیں ہیں۔ وہ ملک کے مستقبل کے لیے کوئی کردار نہیں ادا کر سکتے۔

ایک قابل اعتماد شخص نے پچھلے سال امریکی جنرلز کے ساتھ ایک مشترکہ میٹنگ کا حال بتاتے ہوئے کہا کہ 'میں نے میٹنگ میں امریکی جنرل سے کہا کہ افغان ملت بھلے غریب اور بے کس سہی، لیکن آپ اس غریب و نادار قوم کے ساتھ جو کچھ کر رہے ہیں، اس سوچ کے ساتھ نہ کریں کہ افغانوں کو اس کا ادراک نہیں ہے۔' یہ باتیں سننے کے بعد اس جنرل کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ کچھ دیر کے لیے سر نیچے کر کے گریبان میں دیکھتا رہا۔ پھر سر اٹھا کر صرف اتنا کہا کہ 'یہ باتیں ہماری سوچ سے بڑی ہیں۔ اسے ہمارے بڑوں کے ساتھ شئیر کیا جائے۔' اسی لیے داخلی سطح پر ملکی ادارے جو کچھ کر رہے ہیں، افغان عوام اس سب کو دیکھ رہے ہیں۔ کل جب تاریخ کے آئینے میں یہی لوگ اپنا چہرہ دیکھیں گے تو انہیں شرمندگی اور خفت کے علاوہ کچھ بھی نہیں دکھائی دے گا۔ تاریخ اپنا فیصلہ سنانے میں کسی دباؤ کو خاطر میں نہیں لاتی۔

قارئین کی خدمت میں سترہ برس قبل لکھی گئی بات دوبارہ لکھ رہا ہوں کہ 'نیٹو طویل عرصے کے لیے آیا ہے۔' یہ حقیقت ہے کہ امریکا اور نیٹو افغانستان میں محدود وقت کے لیے نہیں آئے۔ وہ یہاں بڑے مقاصد کی تکمیل اور بہت سے اسٹریٹیجک اہداف کے حصول کے لیے آئے ہیں۔ تاکہ افغانستان کو اپنے سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کر سکیں۔ اس تحریر کے توسط سے حکومتی کارپردازان کو بتانا چاہتا ہوں کہ دولت سمیٹنے کے بجائے تاریخ کے سامنے خود کو صاف رکھیں۔ دنیا کی زندگی نہایت مختصر ہے۔ ہم اپنے خالق کے حضور پیش کیے جانے والے ہیں۔ ایک مسلمان قوم کی حیثیت سے یہ فکر دامن گیر رہنی چاہیے کہ کل کو اپنے رب کے سامنے ان تمام اعمال کا جواب دینا ہوگا۔ جنرل صالح محمد خان نے عین میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کیا، جو آج تک ایک عار ہے۔ تاریخ ہر بے ایمان کا محاسبہ کرتی ہے۔ کھرے اور کھوٹے کو الگ کر کے محفوظ کرتی ہے۔ اسی لیے رب کے حضور جوابدہی اور تاریخ کا محاسبہ سب سامنے رکھ کر اپنا مستقبل طے کرنا چاہیے۔

اشرف غنی کی صلح بارے منافقانہ کوششیں

عطاء اللہ مبارز

پچھلے دو عشروں سے غاصبوں اور ان کے داخلی مزدوروں نے امریکی جارحیت کے خلاف آزادی و حریت کے علم بردار افغانستان کے مظلوم مسلمانوں کے خلاف مختلف حربے استعمال کیے ہیں۔ لاکھوں فوجی یہاں تعینات کیے گئے۔ کئی مرتبہ اپنی جنگی حکمت عملی پر نظر ثانی کی گئی۔ دس سے زائد مرتبہ فوجی جرنیل تبدیل ہوئے۔ میڈیا کے میدان میں افغان ملت اور مجاہدین کے درمیان خلیج اور بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی۔ انہیں افغانستان کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ بنا کر پیش کیا گیا۔ بے پناہ فوجی و سیاسی طاقت، کروڑوں ڈالر خرچ کرنے اور وسیع پیمانے پر میڈیا ٹرائل کے باوجود نہ تو افغانستان کے مسلمانوں کو آزادی جیسے عظیم مقصد سے روکا جا سکا، بلکہ روزانہ کی بنیاد پر آزادی و حریت کے علم برداروں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔

حال ہی میں امریکی فوج کے سربراہ جنرل نیکولسن نے جارحیت کے خلاف جہاد و مزاحمت روکنے کے لیے ایک پالیسی اپنائی۔ اس کا مقصد طالبان پر مذہبی، سیاسی اور سماجی حوالے سے دباؤ ڈالنا تھا۔ تاکہ وہ اس دباؤ کے سامنے سرنڈر ہو کر اپنی جدوجہد سے باز آجائیں۔ مذکورہ پالیسی کو عملی جامہ پہنانے کے لیے افغان حکومت نے میڈیا کے بل بوتے کوششیں شروع کیں۔ مذہبی حوالے سے دباؤ ڈالنے کے لیے جکارتہ اور کابل میں علماء کانفرنس منعقد کی گئیں۔ جکارتہ کانفرنس میں توقعات کے برعکس افغان حکومت کے اقدامات کے خلاف امت کی وحدت اور افغانستان میں جنگ کی واحد وجہ بیرونی جارحیت کے خاتمے پر زور دیا گیا۔ افغانستان میں مختلف صوبوں میں طلباء نے خیمے لگا کر احتجاج کے ذریعے دباؤ ڈالنے کی کوشش کی۔ جس کی قیادت حکومت کی جانب سے بھرتی کیے گئے سول کارکن کر رہے تھے۔ انہوں نے 'جنگ بند کرو، ہم صلح چاہتے ہیں' کے عنوان کے تحت دھرنے دیے۔ طالبان نے حکمت و تدبر کے ساتھ ان لوگوں کا اصل چہرہ قوم کے سامنے واضح کیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہی خیموں سے امریکی جارحیت کے خلاف آوازیں بلند ہونا شروع ہو گئیں۔ اسی طرح بعض کارکنوں نے حکومت کے کہنے اور انہیں دیے گئے روڈ میپ کے تحت کابل کی طرف مارچ کیا۔ جس میں سب سے مشہور ہلمند کا کاروان تھا، جب وہ کابل پہنچا تو اشرف غنی نے اس کا استقبال کیا۔ اس کے مطالبات کو طالبان کے ساتھ جنگ بندی کے معاہدے سے مشروط کیا۔ مذکورہ کاروان کے اراکین نے طالبان کو ان کے مطالبات ماننے کی حکومتی یقین دہانیوں سے آگاہ کیا تو مجاہدین نے بھی خوب صورت پیرائے میں جواب دیا کہ جنگ ہم نے شروع نہیں کی۔ نہ ہی ہمارا حقیقی دشمن 'افغان انتظامیہ' ہے۔ ہمارا اصل دشمن امریکا ہے۔ حق تو یہ ہے افغان انتظامیہ سے کہا جائے کہ وہ امریکا کی جنگ کو سہارا دینے سے باز آئے۔

ایسے مظاہروں سے حکومت کا مقصد یہ تھا کہ ان اقدامات سے وہ خود کو صلح کی کوششوں میں مخلص ثابت کر کے طالبان پر اس حوالے سے دباؤ ڈالے، تاکہ وہ عوام کو مثبت جواب دے سکیں۔ یہ سب ترتیب شدہ پلان کا حصہ تھا۔ دراصل یہ ساری کوششیں صلح کے بجائے جارحیت کو طول دینے کے لیے تھیں۔ اس بات کی تائید کٹھ پتلی حکومت کے سربراہ اشرف غنی کی جانب سے جنگ بندی کی مدت ختم ہونے کے بعد جاری کیے گئے اس بیان سے بھی ہوتی ہے کہ 'عوام اب طالبان پر جنگ ختم کرنے کے لیے دباؤ ڈالیں۔'

جنرل ملر، چیلنجز اور توقعات

عبدالوحید صدیقی

امریکا نے افغانستان پر حملے کے وقت کہا تھا کہ وہ افغانستان سے القاعدہ سمیت دیگر شدت پسندوں گروہوں کا خاتمہ کرے گا۔ افیون کی کاشت پر پابندی ہوگی۔ ایک مضبوط اور مستحکم حکومت قائم کریں گے۔ افغانستان کی ترقی و تعمیرِ نو کے لیے ترجیحی بنیادوں پر کام کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا نے ترقی اور مستحکم حکومت کے قیام کے لیے کردار ادا کیا اور نہ ہی افیون کی پیداوار پر پابندی لگائی۔ لٹیروں اور جرائم پیشہ عناصر کو اقتدار میں لایا گیا۔ سیگار رپورٹ کے مطابق افغان حکومت بدعنوانی میں پوری دنیا میں سرفہرست ہے۔ افیون کی پیداوار میں کئی گنا اضافہ ہوا ہے۔ یہاں داعش کو پروان چڑھایا۔ امریکا نے افغان حکومت کے ساتھ جو وعدے کیے تھے، ایک پر بھی عمل درآمد نہیں ہوا۔ اغوا برائے تاوان کی وارداتوں میں اضافہ ہوا۔ کابل انتظامیہ کے درمیان شدید اختلافات ہیں۔ وزارت داخلہ اور وزارت دفاع میں کرپٹ اور بدعنوان افراد تعینات ہیں۔ وہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے طالبان کے خلاف پروپیگنڈے کرتے ہیں۔ حال ہی میں امریکی وزیر خارجہ پومپیو نے افغانستان کا دورہ کیا۔ انہوں نے بگرام میں امریکی فوج کے کمانڈروں سے ملاقات کے بعد ایوان صدر میں اشرف غنی سے ملاقات کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں تین ہیلی کاپٹر تبدیل کیے۔ بگرام سے کابل ائیرپورٹ تک ایک ہیلی کاپٹر میں، ائیرپورٹ سے نیٹو ائیر بیس تک دوسرے ہیلی کاپٹر میں اور ایوان صدر سے دو سو میٹر کے فاصلے پر واقع نیٹو ائیر بیس میں اترے تو پندرہ بلٹ پروف گاڑیوں میں ایوان صدر گئے۔ جہاں پر وہ شدید برہم ہوئے۔ انہوں نے جنرل نکلسن کو مخاطب کر کے استفسار کیا کہ وہ اتنے خوف کیوں ہیں؟ آپ نے کہا تھا کہ امن قائم ہے۔ سکیورٹی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ میں نے امریکا سے بگرام تک ایک طیارے میں سفر کیا اور بگرام سے ایوان صدر تک تین ہیلی کاپٹر تبدیل کیے۔ دارالحکومت کابل میں سکیورٹی کی یہ سنگین صورت حال ہے تو باقی ملک میں کیا ہوگی۔ کابل یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر فیض محمد زلاند نے ایک ٹاک شو میں کہا کہ 'کابل میں امریکی سفارت خانے سے بگرام ائیرپورٹ تک جو سو کلومیٹر کا فاصلہ ہے، ایک پرواز پر دو ہزار تین سو ڈالر خرچ ہوتا ہے۔ کابل ائیرپورٹ سے امریکا تک صرف آٹھ سو ڈالر خرچہ صرف ہوتا ہے۔ جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وفاقی دارالحکومت کابل میں سکیورٹی کی یہ صورت حال ہے تو پورے ملک میں کیا ہوگی؟'

رکن پارلیمنٹ عبیداللہ بارکزئی نے کہا کہ طالبان نے چیلنج کیا ہے کہ امریکا افغانستان سے اپنی فوج واپس بلائے۔ ہم ملک میں بدامنی، افیون، چوری، کرپشن اور فساد کا مکمل خاتمہ کریں گے۔ مثالی امن قائم کریں گے۔ ان کا کہنا تھا کہ طالبان کے زیر کنٹرول علاقوں میں مثالی امن قائم ہے۔ ان کے تمام ادارے منظم اور فعال ہیں۔ عوام طالبان کے ساتھ ہیں۔ مختلف صوبوں میں معدنیات کے ٹیکس طالبان وصول کر رہے ہیں۔ بڑے بڑے تاجر طالبان کے ساتھ

مالی تعاون کرتے ہیں۔ طالبان میں بد عنوانی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ تمام مجاہدین اپنی قیادت کے ہر حکم پر لبیک کہتے ہیں۔

عید الفطر کے موقع پر طالبان قیادت نے جنگ بندی کا اعلان کیا۔ پورے ملک میں تین دن کے دوران ایک گولی نہیں چلی۔ جس سے ثابت ہوا کہ طالبان نہایت منظم اور اپنی قیادت کے فرمانبردار ہیں۔ عبید اللہ بارکزئی نے کہا کہ افغانستان میں تمام خرابیوں کی جڑ امریکا ہے۔ امریکی حکام طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات کریں۔ طالبان کے بغیر ملک میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ امریکا اپنی شکست تسلیم کرے۔ جس طرح سوویت یونین اور برطانوی سامراج کو افغان عوام نے شکست دی تھی، اسی طرح امریکا کو بھی شکست دی ہے۔ بارکزئی نے واضح کیا کہ جنرل نکلسن اپنے مشن میں ناکام ثابت ہوا ہے۔ جب کہ نئے جنرل اسکاٹ ملر بھی اسی طرح ناکام رہیں گے۔ ملر کو چاہیے کہ وہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کی پالیسی اختیار کریں۔

جنرل نکلسن نے 2016 میں کمانڈ سنبھالنے کے موقع پر کہا تھا کہ 2017 کے اختتام تک افغانستان سے داعش کا مکمل صفایا کریں گے۔ طالبان کو بھی مذاکرات کرنے پر مجبور کریں گے۔ جنرل نکلسن کے انتخاب کے وقت امریکی میڈیا نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ افغان جنگ میں دس سال کا تجربہ رکھتے ہیں۔ جب انہوں نے 2016 میں چارج سنبھالا تو اپنے پہلے خطاب میں دعویٰ کیا کہ اگلے سال کے اختتام تک داعش کا خاتمہ کر دیں گے۔ افغان حکومت کے کنٹرول کا دائرہ اسّی فیصد رقبے تک وسیع کریں گے۔ طالبان کے گرد گھیرا تنگ کریں گے۔

جنرل نکلسن نے طالبان پر فوجی، مذہبی اور سماجی دباؤ بڑھانے کے لیے بھی مختلف حربے استعمال کیے۔ طالبان کے خلاف رات کے چھاپوں اور فضائی حملوں میں اضافہ کیا۔ صرف 2017 میں امریکی طیاروں نے چار ہزار بم گرائے۔ انہوں نے ننگرہار کے ضلع اچین میں مادر بم بھی گرایا۔ اسی طرح مذہبی دباؤ بڑھانے کے سلسلے مقدس جہاد کے خلاف فتاویٰ کے اِجراء کے لیے انڈونیشیا، کابل اور سعودی عرب میں علماء کانفرنسوں کا انعقاد کیا۔ ہلمند سے کابل تک امن ریلی اور پیدل مارچ کا انعقاد بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی۔

جنرل نکلسن اپنے مشن میں بُری طرح ناکام رہے۔ انہوں نے الوداعی تقریب سے خطاب کے دوران اعتراف کیا کہ میں نے داعش کے خاتمے کا وعدہ کیا تھا، لیکن اس میں ناکام رہا۔ اسی طرح اسی فیصد حصے پر حکومتی رٹ قائم کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا، لیکن اس میں بھی ناکام رہا۔ عسکری ماہرین کے مطابق افغانستان میں جنرل نکلسن کا مشن مکمل طور ناکام رہا۔ جب کہ طالبان نے ٹرمپ کی نئی پالیسی کے اعلان کے بعد فراہ اور غزنی کے علاوہ چوبیس اضلاع اور سیکڑوں چوکیوں پر قبضہ کیا۔ ہزاروں افغان سکیورٹی اہل کاروں کو ہلاک کیا۔ اس سے پہلے افغانستان میں مائیک کرسٹل، جان ایلن، جنرل ڈیوڈ پیٹریاس، جنرل نکلسن سمیت آٹھ جرنیلوں کو آزمایا گیا۔ سب ناکام رہے۔

تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ جنرل اسکاٹ ملر کو چاہیے کہ وہ جنگ کے بجائے امن پالیسی پر زیادہ زور دیں۔ سابقہ ناکام جرنیلوں کی پالیسی جاری رکھنے کے بجائے نئی پالیسی وضع کرنے کریں۔ چیلنجز کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ افغانستان میں ناکام جنگ سے چھٹکارا حاصل کرنے اور اپنی فوج کو مزید جانی اور مالی نقصانات سے بچانے کے لیے طالبان کے ساتھ براہ براست مذاکرات کی پالیسی اختیار کریں۔

وائسرائے پھر زندہ ہو گیا

جاوید علی خیل

وائسرائے، گورنر جنرل اور اس جیسے الفاظ استعماری دور کی اصطلاحات ہیں۔ جب انیسویں اور بیسویں صدی میں یورپی استعمار کسی ملک پر جارحیت کرتا تو وہاں وائسرائے کے نام پر ایک عمومی ذمہ دار متعین کیا جاتا۔ مقبوضہ ملک کے تمام، عسکری، سیاسی اور اقتصادی معاملات اسی نمائندے کے ہاتھ میں ہوتے۔ وائسرائے استعماری ملک مثلا انگلستان کے مقبوضہ جات کی وزارت کا ذمہ ہوتا۔ وہیں سے ہدایات جاری کی جاتیں۔ پرانے استعمار کے خاتمے کے ساتھ وائسرائے کا لفظ بھی تاریخ کا حصہ بن گیا۔ جب ڈیڑھ عشرہ قبل امریکا نے عراق پر جارحیت کی اور پھر پاؤل بریمر نامی شخص کو عمومی سربراہ کی حیثیت سے ذمہ دار قرار دیا گیا تو ایک بار پھر وائسرائے کا لفظ زندہ ہو گیا۔ اگرچہ افغانستان میں جنگ اور سیاست کی تمام لگامیں شروع سے امریکا کے پاس ہیں، مگر امریکا نے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے امریکی نژاد ذمہ دار یا وائسرائے متعین نہیں کیا ہے۔ سیاسی قیادت کے معاملات دکھاوے واسطے حامد کرزئی اور اشرف غنی جیسوں کو سونپے گئے ہیں۔

حال ہی میں امریکی جنرل نیکولسن کی حرکتوں، گفتگو اور بیانات کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے وہ بجائے یہ کہ حمایت کے نام پر عسکری ذمہ داریوں اور عسکری سربراہ کے طور پر اپنی مخصوص حدود میں رہیں، انہوں نے اپنی اوقات سے تجاوز کرتے ہوئے سیاسی موضوعات پر بھی بات شروع کر دی۔ صلح اور فائربندی کے حوالے سے اعلامیے جاری کرتے رہے۔ حتی کہ حکومت کے سیاسی معاملات میں بھی ان کا فعال کردار موجود ہے۔ آپ نیکولسن کی گفتگو سنیں۔ بہت باریکی سے دیکھیں کہ نیکولسن ایسا مؤقف لے کر گفتگو کرتے ہیں کہ جیسے وہ افغانستان کے صدر ہوں۔ بجائے یہ کہ وہ ٹرمپ کی اسٹریٹیجی کے حوالے سے معلومات دیں، وہ عید کے ایام میں فائربندی کرنے یا نہ کرنے کے حوالے سے احکامات صادر کرتے رہے۔ دوستم کی واپسی کے حوالے سے ان کا خاص مؤقف ہے۔ طالبان سے مذاکرات کے حوالے سے وہ اپنا نکتہ نظر پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح انتخابات، داعش اور افغانستان کے پڑوسی ممالک سے تعلقات اور دیگر مسائل کے حوالے سے ایسے مؤقف سے بات کرتے ہیں، جیسے وہ خود افغانستان کے مختارِ کل ہوں۔ تمام عسکری اور سیاسی امور کے عمومی ذمہ ہوں۔

نیکولسن کی یہ گفتگو اور تمام امور میں مداخلت اس بات کی دلیل ہے کہ افغانستان میں امریکی فوج کی موجودگی کوئی اتفاقی نہیں۔ امریکا نے جنرل کمانڈر کے نام پر وائسرائے کا تقرر کیا ہے، تاکہ تمام معاملات امریکی مفادات کے گرد گھومیں اور اپنے استعماری اہداف حاصل کیے جائیں۔ نیکولسن کا یہ شاہانہ انداز اور آقاؤں والا رویہ دیکھ کر ان لوگوں کو جاگ جانا چاہیے، جو اپنے ضمیر کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ جو امریکی جارحیت کے لیے دلائل تلاش کر رہے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارے عوام نے جب افغانستان عالمی طاقتوں کے درمیان گھرا ہوا تھا، تب بھی انگریزی وائسرائے کا حکم نہیں مانا۔ برنس اور میکناٹن ایسے انگریزی نمائندوں کو ان کی کھوپڑیوں میں پانی پینے پر مجبور کیا تھا۔

آج کے زمانے کا میکناٹن اور برنس یہی نیکولسن ہے۔ جو ان انگریزی نمائندوں سے کئی گنا بڑھ کر زیادہ جرأت اور جسارت سے ہمارے عوام کو غلام بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔ انہوں نے ہمارے سیاسی استقلال پر حملہ کیا ہے۔ ہمارے ملک کی زمین اور فضا پر قبضہ کیا ہے۔ حتی کہ ہمارے عوام کو تمام تر معاملات سے بے خبر رکھا گیا ہے۔ ان کی کوشش ہے کہ اس خود مختار و آزاد قوم کو مکمل طور پر استعماری زنجیروں میں جکڑ کر آزادی کی نعمت سے محروم کر دیا جائے۔

موجودہ امریکی وائسرائے اسکاٹ ملر کی موجودگی میں افغان مسلمانوں کا دینی اور قومی فریضہ ہے کہ اپنی زبان، ہتھیار، قلم اور ہر ذریعے سے ان جارحیت پسندوں کے خلاف ایسی جنگ لڑی جائے، جس طرح ہمارے باپ دادا نے میکناٹن اور برائڈن کے خلاف لڑی تھی۔ ہماری جوان اور تعلیم یافتہ نسل حالات کا ادراک کرے۔ انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہم جارحیت کے قبضے میں ہیں۔ ہمارا ملک اور قومی مختاری غصب کی گئی ہے۔ ایسے حالات میں ہم پر جہاد فرض عین ہے۔ ہر وسیلے اور ہر ذریعے کا استعمال کر کے جارحیت پسندوں کے خلاف جنگ کو آگے بڑھائیں۔ اگر اور کچھ نہیں کر سکتے تو دل میں جارحیت پسندوں سے نفرت کریں۔ جو لوگ اس جنگ میں شریک ہیں، انہیں اپنی قوم کا عظیم فرزند سمجھیں۔ یہی ہمارے ایمان اور وجدان کا مطالبہ ہے۔

یہ درباری مولوی کیا چاہتے ہیں؟

خبیر احمد

جون کی 7 تاریخ کو کابل انتظامیہ نے جعلی اور نمائشی صلح کو میڈیا کے سامنے دکھا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ مملکت کے ڈھائی ہزار ملاؤں نے لویہ جرگہ میں متفقہ طور پر فتویٰ دیا ہے کہ کابل انتظامیہ، امریکا اور نیٹو کے خلاف جہاد ناجائز، فدائی حملے حرام اور کابل انتظامیہ کی جانب سے تجویز کردہ صلح کے لیے طالبان خود کو آمادہ کریں۔اس کانفرنس کے اکثر شرکا اندرون کابل کی مساجد کے پیش امام، حج و اوقاف کے مامورین اور مختلف یونی ورسٹیوں کے اساتذہ تھے۔اس کے علاوہ کسی بھی قابل ذکر جید عالم دین نے شرکت نہیں کی۔ کانفرنس میں شریک اکثر مولوی پچھلے سترہ سالوں سے نیٹو، ایساف اور امریکی دستر خوانوں پر پھلتے پھولتے رہے ہیں۔ان سے بڑی تنخواہیں لیتے ہیں۔ کئی کئی جگھوں پر ان کی ڈیوٹیاں ہیں۔ جن کی تنخواہیں الگ ہیں

ان جیسے درباری ملاؤں، پروفیسروں اور اساتذہ سے یہ کسی طرح توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ مناصب اور دیگر لالچوں کے مقابلے میں اپنے ضمیر کی آواز ہی بلند کریں گے۔ یہ نام نہاد اساتذہ اور دانش ور سترہ سال سے صلح شوریٰ، وزارت حج و اوقاف اور علماء شوریٰ جیسے مختلف پلیٹ فارموں سے یہی مطالبہ کرتے رہے ہیں کہ طالبان جنگ کو روکیں۔ فدائی حملے حرام اور کابل انتظامیہ کے خلاف جنگ ناجائز ہے۔ استعمار کے ان چیلوں نے کبھی بھی اپنی زبان پر یہ بات نہیں لائی کہ کابل انتظامیہ کے خلاف یہ جنگ آخر شروع کیوں ہے؟ کن مقاصد کے لیے افغانستان کے مسلمان اور طالبان اپنی قیمتی جانیں قربان کر رہے ہیں؟ انہوں نے کبھی بھی کسی کانفرنس میں یہ بات نہیں کہی کہ امریکا غاصب اور ہمارے مقدسات اور ملی تاریخ پر حملہ آور ہے۔ ہمارے دینی شعائر، مساجد، مدارس کی توہین کر رہا ہے۔ شادی کی تقریبات، جنازوں، ہسپتالوں اور گاؤں پر بم باری کر رہا ہے۔ عام لوگوں کے گھروں پر چھاپے مار کر انہیں قید یا شہید کرتا ہے۔

اگر کابل جرگے میں شریک علماء اور دانش وروں سے پوچھا جائے کہ ملک کے طول و عرض میں کوئی حق پرست عالم دین جب افغانستان کی آزادی و خود مختاری اور امریکی جارحیت کے خلاف اٹھنے کی بات کرے تو انہیں بے دردی سے شہید کیوں کیا جاتا ہے؟ مدارس اور مساجد کو شہید کر کے ان کے ذمہ داروں کو عقوبت خانے میں کیوں قید کیا جاتا ہے؟ ایسے حالات میں لویہ جرگہ میں دو ہزار مولوی ایک جگہ اکھٹے وہ گئے اور انہیں کچھ نہیں کہا گیا۔ بلکہ ریاستی سطح پر ان کی ہر طرح سے آؤ بھگت کی گئی۔ انہیں ماہانہ خطیر رقم کی تنخواہیں بھی ملتی ہیں۔ ظاہر ہے اس تفریق کے پیچھے کوئی راز ہے۔ اگر یہ حقیقتاً علماء ہیں تو پھر کم از کم اپنے فتویٰ میں ان الفاظ کو تو جگہ دیں کہ صلح کے لیے سب سے پہلے ان چھ ہزار علماء کو غیر مشروط رہائی دی جائے، جو سالوں سے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں۔ کم از کم ہلکے الفاظ میں یہی کہہ دیں کہ 'امریکا عام لوگوں کے گھروں پر بمباریاں بند کرے!'

بدقسمتی سے ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ لوگ امریکا اور اس کے اتحادیوں کے سترہ سالہ ظلم و ستم کو شرعی جواز فراہم کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کی زمین پر اللہ کا نظام نافذ کرنے والوں کے ہی خلاف ہیں۔ یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اگر آج بھی طالبان جہاد چھوڑ دیں تو یہ مولوی جس مغرب کے لیے فتوے بانٹ رہے ہیں وہی ان کی تکا بوٹی کر کے کھا جائے گا۔ سب سے پہلے انہیں کلین شیو کروا کر ان کی پگڑیوں سے ہی انہیں پھانسی دے گا۔ اس حقیقت سے ہر باشعور انسان باخبر ہے کہ افغانستان میں امریکا کو بدترین شکست کا سامنا ہے۔ اس کے خلاف افغانوں کی نفرت مزید بڑھ رہی ہے۔ اس کی تمام حکمت عملیاں بے سود اور ناکام ہیں۔ اب ایک ہی حربہ بچا ہے کہ صلح اور مذاکرات کے ذریعے افغانوں کو مصروف رکھ کر درباری مولویوں کے ذریعے من پسند فتوے جاری کروائے جائیں۔ عین یہی طریقہ کمیونسٹ دور میں بھی 'شئون اسلامی' کی صورت میں بھی اپنایا گیا تھا۔ جس کے محرک نجیب اللہ اور ببرک کارمل تھے۔ اس کے ذریعے وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ امریکا طالبان کے ساتھ مذاکرات کرنا چاہتا ہے۔ یہ سب باتیں جھوٹ اور پروپگنڈے کے سوا کچھ نہیں۔ بالفرض اگر طالبان کو شکست ہوئی بھی اور حکمت یار کی طرح ان کی مطالبات بھی مان لئے گئے، پھر بھی بہر صورت امریکا افغانستان میں اپنا وجود برقرار رکھ کر افغانستان میں کشت و خون کا سلسلہ جاری رکھے گا۔ شام اور عراق سے داعش کا وجود اسی لیے ختم کیا گیا، تاکہ یہاں امارت اسلامیہ کو چیلنج کیا جاسکے۔ حالیہ نام نہاد علماء کانفرنس سے متعلق ایک کالم نگار 'مفتی حسان' کے تبصرے کا اقتباس پیش خدمت ہے:

'اگر امریکا اور اس کی مزدور کابل انتظامیہ چاہتے ہیں کہ ڈھائی ہزار نام نہاد مولویوں کو جمع کر کے وہ اپنی مرضی کے فتوے جاری کروا سکیں تو انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ پل چرخی میں چھ ہزار سے زائد علماء قید ہیں۔ ان سے ہی کابل کی حالیہ علماء کانفرنس کی اتھارٹی بارے پوچھ لیں۔ اگر انہوں نے ہی ان نام نہاد علماء کا فتویٰ رد کر دیا تو پھر اس حقیقت سے انکار کی کوئی وجہ نہ ہو گی کہ طالبان برحق اور ان کے مخالف غاصب اور جارح ہیں۔ چھ ہزار کی تعداد بہر حال ڈھائی ہزار سے زیادہ اور اقرب الی الحق ہے۔ اگر ان غیر معروف علماء سے پوچھ لیا جائے، جو گوشہ نشینی کی زندگی گزار رہے ہیں تو ان کی تعداد دس ہزار سے بھی زیادہ ہے۔

تین صوبوں کی فتح اور دشمن کا پروپیگنڈا

محمد عبداللہ عزم

امارت اسلامیہ کے بہادر مجاہدین افغانستان کی خود مختاری اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے قابض قوتوں اور اجرتی فورسز کے خلاف بر سرپیکار ہیں۔ ملک کے ستر فیصد سے زائد حصے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ چالیس سے زائد اضلاع مکمل طور فتح ہو چکے ہیں۔ جب کہ چونتیس صوبوں میں بامیان اور پنج شیر کے علاوہ اکثر صوبوں کے نصف سے زائد حصے پر امارت کی حاکمیت قائم ہے۔ کابل انتظامیہ کی عمل داری محض صوبائی دارالحکومتوں اور اضلاع میں سرکاری عمارات تک محدود ہو کر رہ گئی ہے۔ بیشتر صوبوں میں سرکاری فورسز محصور اور مجاہدین کے نشانے پر ہیں۔ مجاہدین کے زیرِاثر علاقوں میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ اگرچہ مجاہدین افرادی قوت اور جدید وسائل کے لحاظ سے دشمن کے مقابلے میں کمزور ہیں، لیکن وہ ایمانی قوت سے مالا مال ہیں۔ اس لیے مسلسل فتوحات حاصل کر رہے ہیں۔

جب مجاہدین کوئی صوبہ فتح کرتے ہیں تو دشمن سبکی سے بچنے کے لیے مجاہدین کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرتا ہے۔ ان کی کامیابی کو پڑوسی ملک کے مرہونِ منت قرار دینے کی کوشش کرتا ہے۔ قندوز کی فتح کے وقت بھی ایسا ہی پروپیگنڈا کیا گیا تھا۔ چوں کہ قندوز روس کے لیے اسٹرٹیجک لحاظ سے اہم ہے، اس لیے کہا گیا کہ روس نے قندوز پر قبضہ کرنے کے لیے طالبان کی مدد کی ہے۔ کچھ نام نہاد دانشوروں نے کہا کہ افغانستان کو تقسیم کرنے کا فارمولا طے ہوا ہے۔ شمالی صوبوں پر مشتمل نیا ملک قائم کیا جائے گا اور اس کا دارالحکومت قندوز ہو گا۔ اس لیے روس نے طالبان کی مدد کی ہے۔ اس کے بعد مجاہدین نے صوبہ فراہ فتح کر کے دشمن کو شکست دی۔ جس کے باعث کابل انتظامیہ کو ہزیمت اٹھانا پڑی۔ اس نے شرمندگی سے بچنے کے لیے پروپیگنڈا کیا کہ چوں کہ صوبہ فراہ ایران کی سرحد کے قریب واقع ہے، اس لیے طالبان نے ایران کی مدد سے فراہ پر قبضہ کیا ہے۔ وزارت داخلہ کے ترجمان نے اعلان کیا کہ افغانستان کا پانی ایران جا رہا ہے۔ افغان حکومت نے ڈیم تعمیر کرنے کا اعلان کیا ہے، جس سے ایران کو نقصان ہو گا۔ جس کے رد عمل میں ایران نے طالبان کو جدید ہتھیار فراہم کیے اور کچھ ایرانی کمانڈوز نے بھی صوبہ فراہ کی جنگ میں حصہ لیا ہے۔ ان کے تعاون اور حمایت سے طالبان نے فراہ شہر پر قبضہ کیا ہے۔ اس حوالے سے میڈیا پر اتنا پروپیگنڈا کیا گیا کہ گویا یہ بات سو فیصد درست ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صوبہ فراہ میں مجاہدین نہایت منظم اور فعال ہیں۔ فراہ کے بیشتر اضلاع فتح ہو چکے ہیں۔ پانی کے تنازع پر ایران کے رد عمل سے چند ماہ قبل مجاہدین نے فراہ شہر میں 35 کمانڈوز کو ہلاک کیا تھا۔ صوبہ بھر میں سیکڑوں چوکیاں فتح ہوئیں۔ فراہ کے گورنر اور پولیس چیف کے درمیان شدید اختلافات ہیں۔ ان کے باہمی اختلاف اور عدم تعاون کی پالیسی سے مجاہدین فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس میں ایران کا کوئی عمل دخل نہیں ہے۔ حال ہی میں مجاہدین نے صوبہ غزنی فتح کیا ہے۔ مجاہدین نے رات کے وقت چار اطراف سے شہر پر حملہ کیا۔ وہ صبح سویرے شہر میں داخل ہو گئے۔ شہر کے نوے فیصد حصے پر اپنا

کنٹرول قائم کر لیا۔ سیکڑوں اہل کاروں کو ہلاک اور زخمی کیا گیا۔ جب کہ دو سو کے قریب فوجی اور بکتر بند گاڑیاں تباہ اور ضبط کی گئیں۔ مجاہدین نے شہر پر ایک ہفتے تک اپنا کنٹرول برقرار رکھا۔

چوں کہ غزنی تاریخی اہمیت کا حامل شہر ہے۔ محمود غزنوی کا تعلق بھی اسی صوبے سے ہے۔ اس کو عروس البلاد بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شہر کابل قندھار مرکزی شاہراہ پر واقع ہے۔ صوبہ غزنی کی فتح دشمن کے لیے موت کے مترادف ہے۔ مجاہدین نے کابل، قندھار اور پکتیا سے آنے والی تمام شاہراہوں کو بلاک کر کے دشمن کو چیلنج کر دیا۔ جس سے دشمن کو بڑا دھچکا لگا۔ سیکڑوں اہل کاروں کی ہلاکت اور غزنی جیسے اہم شہر پر مجاہدین کا قبضہ اس بات کا ثبوت ہے کہ افغانستان میں نام نہاد اور خیالی حکومت قائم ہے۔ کابل انتظامیہ کی حیثیت دنیا کے سامنے واضح ہے۔ دشمن نے اس شرمندگی کو چھپانے کے لیے حسب سابق پروپیگنڈا کیا کہ پاکستان نے طالبان کو براہ راست مدد فراہم کی ہے۔ غزنی جنگ میں پاکستانی جرنیلوں نے حصہ لیا ہے۔ درجنوں پاکستانی فوجی اس جنگ میں مارے گئے وغیرہ وغیرہ۔ صوبہ غزنی کی سرحد پاکستان کے ساتھ منسلک نہیں ہے، صرف اس کے قریب ہے۔ اس لیے دشمن نے مجاہدین کی عظیم کامیابی کی نسبت پاکستان کی طرف کر کے شرمندگی سے بچنے کی ناکام کوشش کی۔ افغان عوام جانتے ہیں کہ جس طرح قندوز کی فتح کو روس کی کارروائی کہا گیا، فراہ کی فتح کو ایران کی طرف منسوب کیا گیا، اسی طرح غزنی کی فتح کی نسبت پاکستان کی طرف کر دی گئی۔ البتہ مجاہدین جلد صوبہ فاریاب بھی فتح کر لیں گے۔ ان شاء اللہ۔ اس متوقع فتح کو کس ملک کی طرف منسوب کیا جائے گا، دشمن ابھی سے اس پر غور و فکر کر رہا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ صوبہ غزنی 18 اضلاع پر مشتمل ہے۔ نو اضلاع مکمل طور پر مجاہدین کے کنٹرول میں ہیں۔ جب کہ دیگر اضلاع کے بیشتر علاقے مجاہدین کے زیر اثر ہیں۔ اگر ہم یہ بات تسلیم کر لیں کہ چند سو پاکستانی فوجیوں نے غزنی شہر پر قبضہ کیا ہے تو کیا چار لاکھ افغان فورسز اور ہزاروں امریکی اور نیٹو فوجیوں کو چند سو پاکستانی فوجیوں نے شکست دی ہے؟! کیا فراہ میں محض درجنوں ایرانی فوجیوں نے لاکھوں افغان فوجیوں کو شکست دے دی؟ کیا قندوز میں محض روسی ہتھیاروں کے بل بوتے چند سو طالبان نے لاکھوں افغان فوجیوں کو شکست دے دی؟ اگر ایسا ہے تو پھر اشرف غنی کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ مسند اقتدار پر براجمان رہیں۔ انہیں فوری طور پر استعفا دے کر اپنی شکست تسلیم کرنی چاہیے۔

بہتر یہ ہے کہ کابل انتظامیہ جنگ کے بنیادی سبب پر غور کرے۔ جنگ پر زور دینے کے بجائے مذاکرات کے لیے راہ ہموار کرے۔ دنیا کی سپر پاور امریکا کو بھی شکست کا سامنا ہے۔ طالبان نے امریکا پر حملہ نہیں کیا، بلکہ امریکا نے سات سمندر پار سے آ کر جنگ زدہ ملک پر حملہ کیا تھا۔ مجاہدین نے کبھی جنگ پر اصرار نہیں کیا۔ امارت اسلامیہ متعدد بار یہ واضح کر چکی ہے کہ ان پر جنگ مسلط کی گئی ہے۔ افغان تنازع مذاکرات سے حل ہو سکتا ہے۔ امریکا کو چاہیے وہ حقائق تسلیم کر کے مفاہمت کی راہ اپنائے۔ اگر جنگ سے یہ مسئلہ حل ہو سکتا تو سترہ برس کے دوران ڈیڑھ لاکھ امریکی اور نیٹو فوج کی موجودگی میں یہ مسئلہ حل ہو جانا چاہیے تھا۔ امریکی موجودگی میں حکومتی رٹ قائم ہوئی اور نہ اقتصادی صورت حال بہتر ہوئی۔ امریکا بلاتاخیر امن عمل شروع کرے۔ طالبان ہر وقت اور ہر جگہ مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کے لیے تیار ہیں۔ امریکا اور کابل انتظامیہ ہوش کے ناخن لیں۔ وہ یہ بات نوٹ کر لیں کہ فتوحات کا یہ سلسلہ صرف قندوز، فراہ اور غزنی تک محدود نہیں رہے گا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔ اگر آج ستر فیصد رقبے پر مجاہدین کا کنٹرول ہے تو کل یہ کنٹرول پورے ملک پر قائم ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالی

جنگی جرائم جون 2018

سید سعید

2 جون 2018 کو صوبہ اروزگان کے ضلع دہراود کے علاقے تنگی پر قابض اور اجرتی فورسز نے مشترکہ کاروائی کے دوران چھاپہ مارا۔ ایک معصوم بچی سمیت نو افراد کو شہید اور خواتین سمیت آٹھ افراد کو زخمی کر دیا۔ اس کے علاوہ اسی دن دیوانہ کے مقام پر فورسز نے گولہ باری کر کے خواتین اور بچوں سمیت چھ افراد کو شہید اور زخمی کر دیا۔ اگلے دن صوبہ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے علاقے قرہ شیخی میں پولیس نے چار نہتے شہریوں کو شہید اور زخمی کر دیا۔ جب کہ 4 جون کو صوبہ خوست کے ضلع موسی خیل کے علاقے شکی میں کمپاؤنڈ کے اہل کاروں نے چھاپے کے دوران ایک شخص کو شہید اور 13 افراد کو حراست میں لے لیا۔ اسی طرح 5 جون کو صوبہ لوگر کے ضلع برکی براک کے علاقے دیمو غلام اور ناکام قلعہ پر زیرو ون یونٹ کے اہل کاروں نے چھاپے کے دوران چار افراد کو شہید کر دیا، جب کہ مسجد کو بھی نقصان پہنچایا۔

7 جون کو مشرقی صوبے جلال آباد کے ضلع حصارک کے علاقے گلو خیل پر قابض اور اجرتی فورسز نے چھاپہ مارا۔ گھر گھر تلاشی کے دوران کے دروازے توڑ دیے۔ شہریوں پر تشدد کیا۔ گھروں کا قیمتی سامان لوٹ لیا اور چار افراد کو شہید کر دیا۔ اگلے دن 8 جون کو صوبہ خوست کے ضلع صبری کے علاقے خٹکی اور نوری گاؤں میں پولیس نے پانچ شہریوں کو شہید کر دیا۔ جب کہ 10 جون کو صوبہ قندوز کے دار الحکومت کے قریب مومندان کے مقام پر فورسز نے مبارک صاحب مسجد پر چھاپہ مارا اور تین حفاظ کرام کو حراست میں لے لیا۔ اسی دن صوبہ دایکندی کے ضلع اجرستان کے ہیڈ کوارٹر اور اس کے قریب گلدرہ کے علاقے میں فورسز نے بمباری کی، جس کے نتیجے میں سات افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ اگلے دن قندھار کے ضلع شاولی کوٹ کے علاقے المش میں کٹھ پتلی فوجیوں نے چھاپے کے دوران چھ شہریوں کو شہید کر دیا اور دو افراد کو حراست میں لے لیا۔ جب کہ 12 جون کو صوبہ فاریاب کے ضلع لولاش کے علاقے خیر آباد میں فورسز کی گولہ باری سے تین خواتین شہید اور زخمی ہو گئیں۔

13 جون کو صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین کے چرخیکا نو ماندہ کے علاقے میں مسجد سے گھر جاتے ہوئے ایک نوجوان کو شہید اور متعدد افراد کو زخمی کر دیا۔

21 جون کو صوبہ بادغیس کے ضلع مرغاب کے علاقے جوئی گنج میں حکومتی طیاروں نے شہری آبادی پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں 5 افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ اسی طرح 23 جون کو بادغیس کے کے ضلع مرغاب کے علاقے اسحاق زئی میں سرکاری فضائیہ نے ایک مدنی مدرسے اور قریبی لوگوں کے گھروں پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں تین حفاظ کرام زخمی ہو گئے اور لوگوں کو بھی کافی مالی نقصان پہنچا۔ اسی دن ہلمند کے ضلع گریشک کے علاقے سیدان میں فورسز کی گولہ باری سے 6 شہری شہید اور زخمی ہو گئے۔

24 جون کو بادغیس کے ضلع مرغاب کے علاقے اسحاق زئی میں پولیس کی فائرنگ سے دو خواتین اور چار بچے شہید، جب کہ دو افراد زخمی ہو گئے۔ اسی دن فاریاب کے ضلع لولاش کے علاقے گلدان میں پولیس کی فائرنگ سے ایک بچہ شہید ہو گیا۔ جب کہ صوبہ غزنی کے ضلع شلگر کے بازار میں پولیس نے ایک کلینک پر فائرنگ کر دی، جس کے نتیجے میں ڈاکٹر محمد علیم شہید اور ایک اور ڈاکٹر زخمی ہو گیا۔

25 جون کو صوبہ نورستان کے ضلع وائٹ وانگل کے علاقے کٹا گمبیر میں قابض افواج کے ڈرون حملہ میں ایک شخص شہید اور دو افراد ہو گئے۔ جب علاقے کے لوگ شہید کے گھر میں جمع ہوئے تو قابض افواج نے دوسرا ڈرون حملہ کیا، جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت مزید دس افراد شہید اور سات زخمی ہو گئے۔ اسی دن فاریاب کے ضلع شیرین تگاب کے علاقے اسلام قلعہ میں پولیس کی فائرنگ سے دو شہری شہید اور دو زخمی ہو گئے۔

27 جون کو فاریاب کے ضلع خیبر کے علاقے بورغن پایان میں لیویز اہل کاروں نے فائرنگ کر کے ایک شخص کو شہید کر دیا۔ جب کہ صوبہ لوگر کے دار الحکومت کے قریب بخش آباد میں قابض اور اجرتی فورسز نے مشترکہ کارروائی کے دوران شہری آبادی پر بمباری کی، جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت 7 شہری شہید ہو گئے۔ اگلے دن صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغی کے علاقے ونجان بازار میں پولیس نے فائرنگ کر کے تین افراد جان محمد، محمد نسیم اور محمد رحیم کو شہید کر دیا۔

30 جون کو صوبہ فراہ کے ضلع بکوا کے ودود اور شیر سرخ نامی علاقوں میں دشمن کے فضائی حملوں میں ایک گھر اور ایک اسکول تباہ ہو گیا۔ اسی طرح فراہ کے ضلع بالا بلوک کے علاقے شیوان گنج آباد اور گرانی میں امریکی طیاروں کی بمباری میں تین گھر تباہ، جب کہ چار افراد شہید اور زخمی ہو گئے۔ جب کہ فاریاب کے ضلع لولاش کے مرکزی مقام پر امریکی طیاروں کی بمباری میں مقامی لوگوں کو بڑے پیمانے پر مالی نقصان ہوا۔ اسی دن فاریاب کے ضلع چھلگزی کے علاقے اختر خان بازار میں پولیس نے فائرنگ کر کے 12 سالہ بچہ شہید کر دیا۔ فاریاب کے ضلع جمعہ بازار کے علاقے ینگی قلعہ میں فورسز کی گولہ باری سے پانچ افراد شہید ہو گئے۔

ذرائع: بی بی سی، آزادی ریڈیو، افغان اسلامک پریس، پژواک، خبریال، لراو بر، نن ڈاٹ ایشیا اور دیگر ویب سائٹس۔

افغانستان جولائی 2018 میں

احمد فارسی

جولائی 2018 میں ملک کے متعدد اضلاع کو مجاہدین نے فتح کیا، اس کے علاوہ قابض اور کٹھ پتلی دشمن کو دیگر مہینوں کے مقابلے میں زیادہ نقصان کا سامنا ہوا، اسی طرح ماہ جولائی میں دشمن نے اپنی شکست کا اعتراف کیا جو افغان عوام کے لئے بڑی خوشخبری تھی، اس ماہ کے دوران مغرور دشمن نے مذاکرات پر آمادگی بھی ظاہر کی، ان تمام اہم واقعات کو اس تحریر میں ملاحظہ فرمائیں۔

قابض دشمن کا جانی نقصان:

الخندق آپریشن کامیابی کے ساتھ جاری ہے جس کے نتیجے میں متعدد قابض فوجی ہلاک اور زخمی ہوئے، اس سلسلے میں 2 جولائی کو صوبہ لوگر کے دارالحکومت میں مجاہدین کی اہم کارروائی میں 5 قابض امریکی فوجی ہلاک ہوئے، اسی طرح 6 جولائی کو امارت اسلامیہ کے ترجمان نے خبر شائع کی کہ صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغا میں تین روزہ جنگ کے دوران قابض فوج کا ایک بڑا کمانڈر ہلاک ہوا، عینی شاہدین نے بھی اس بات کی تصدیق کی کہ طالبان اور فورسز کے درمیان جھڑپوں میں افغان اہل کاروں کے علاوہ غیر ملکی حملہ آوروں کا جانی نقصان اپنی آنکھوں سے، 8 جولائی کو نیٹو فورسز نے مبینہ طور پر مجاہدین کے ساتھ سخت لڑائی کے دوران ایک افسر کی ہلاکت کی تصدیق کی، نیٹو کے جاری کردہ اعلامیہ میں کہا گیا کہ ایک افسر ہلاک اور دو اہل کار زخمی ہوئے، 9 جولائی کو صوبہ اروزگان کے ایک تربیتی مرکز میں رابطہ کار مجاہدین نے ایک غیر ملکی فوجی کو ہلاک کر دیا۔

دشمن نے ماہ جولائی میں بھی گزشتہ مہینوں کی طرح اپنی ہلاکتوں کو چھپانے کی کوشش کی اور صرف ایک فوجی کی ہلاکت کا اعتراف کیا، دشمن کے اعتراف کے مطابق 2018 کے آغاز سے اب تک تین فوجی ہلاک ہوئے ہیں اور مجموعی تعداد 3550 تک پہنچ گئی۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مصدقہ اطلاعات کے مطابق جولائی میں دس سے زیادہ غیر ملکی قابض فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

کٹھ پتلی دشمن کا جانی نقصان:

حالیہ مہینوں میں اجرتی فورسز نے اپنی شکست کو محسوس کیا ہے اس لئے وہ طالبان کے ساتھ جھڑپوں میں مقابلہ کرنے کے بجائے راہ فرار اختیار کرنے کو ترجیح دیتی ہیں، اگرچہ ان کی بڑھتی ہوئی ہلاکتوں کی صحیح تعداد کے بارے میں بتانا فی الوقت ممکن نہیں ہے تاکہ پورے وثوق کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہیں کہ روزانہ بنیاد پر درجنوں اہل کار ملک بھر میں مارے جاتے ہیں، اس سلسلے میں 7 جولائی کو صوبہ غور ضلع چارسدہ کے گورنر اور غزنی میں اسپیشل فورس کے کمانڈر دو الگ الگ واقعات میں ہلاک ہو گئے، 10 جولائی کو ضلع خوگیانو کے پولیس سربراہ کو اپنے پانچ محافظین سمیت نشانہ بنایا گیا، 15 جولائی کو کابل میں سیکورٹی آفیسر اور پغمان کے انٹیلی جنس سربراہ کو مارا گیا، اسی روز صوبہ کاپیسا ضلع تگاب میں ایک محلی کمانڈر کو نشانہ بنایا گیا اور اس کے بعد غزنی کی صوبائی کونسل کے رکن کو نشانہ بنایا گیا۔

17 جولائی کو فاریاب کے ضلع چھلگزی میں رابطہ کار مجاہد نے ایک کمانڈر کو ہلاک کر دیا، 21 جولائی کو غزنی کے ضلع رشیدان کے ضلعی پولیس سربراہ کو نشانہ بنایا گیا۔

مجاہدین کی صف میں شمولیت:

کٹھ پتلی ادارے کے ملازمین اور سیکورٹی فورسز کے اہل کار حقائق کا ادراک کرتے ہوئے دشمن کی صف سے الگ ہو کر امارت اسلامیہ میں شمولیت اختیار کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ تیزی کے ساتھ جاری ہے، اس حوالے سے تفصیلی رپورٹ امارت

اسلامیہ کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کر سکتے ہیں تاہم بطور مثال کچھ تفصیل یہاں پیش خدمت ہے۔

یکم جولائی کو امارت اسلامیہ کے جلب اور جذب کمیشن نے اعلان کیا کہ گزشتہ ماہ کے دوران کابل انتظامیہ کی فوج اور پولیس کے 700 سے زائد اہل کاروں نے دشمن کی صف سے علیحدگی اختیار کر کے امارت اسلامیہ میں شمولیت کا اعلان کیا، 14 جولائی کو کابل کے ضلع خاک جبار میں دشمن کے 300 اہل کار مجاہدین کے ساتھ شامل ہوئے، 30 جولائی کو لیویز کے پانچ کمانڈروں نے اپنے درجنوں اہل کاروں سمیت مجاہدین کے ساتھ یکجا ہونے کا اعلان کیا

شہریوں پر تشدد اور املاک کا نقصان:

بزدل دشمن نے عوام شہریوں کو نشانہ بنانے، ان کے گھروں، دکانوں اور املاک کو تباہ کرنے کا سفاکانہ سلسلہ جاری رکھا ہے، گزشتہ چار دہائیوں سے وطن عزیز میں نہتے شہریوں پر چھاپوں، طیاروں اور ٹینکوں کے ذریعے بمباری اور گولہ باری کرنے کے المناک اور دلخراش واقعات آئے روز رونما ہو رہے ہیں، اس سلسلے میں یکم جولائی کو قابض فورسز نے صوبہ فاریاب ضلع پشتون کوٹ میں ایک کلینک اور فراہ میں ایک اسکول کو نشانہ بنایا، 8 جولائی کو صوبہ خوست میں کمپاؤنڈ کے اہل کاروں نے ایک خاندان کے پانچ افراد کو شہید کر دیا، اسی روز قابض اور اجرتی فورسز نے ننگرہار کے ضلع خوگیانو میں بمباری کر کے ایک خاندان کے تین افراد کو نشانہ بنایا، 9 جولائی کو قابض امریکی فورسز نے صوبہ لوگر کے صدر مقام میں شہری آبادی پر وحشیانہ بمباری کی جس کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت متعدد افراد شہید اور زخمی ہوئے جبکہ بڑے پیمانے پر مقامی لوگوں کو مالی نقصان بھی ہوا، 13 جولائی کو پکتیا ضلع زرمت میں سویلین آبادی پر امریکی طیاروں نے درندگی کی جس کے نتیجے میں درجنوں افراد شہید اور زخمی ہوئے، 18 جولائی کو حکام نے تصدیق کی کہ میدان وردگ میں امریکی فورسز نے طالبان کے ساتھ جھڑپوں کے بعد ایک اسکول پر بمباری کی۔

الخندق آپریشن:

ماہ جولائی میں بھی الخندق آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین کی کارروائیاں کامیابی کے ساتھ جاری رہیں، اس سلسلے میں 2 جولائی کو صوبہ لوگر میں 5 امریکی فوجی ہلاک ہوئے، 7 جولائی کو صوبہ غور کے حکام نے اعتراف کیا کہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ضلع دولینہ میں ایک فوجی اڈے پر قبضہ کیا، 8 جولائی کو صوبہ غزنی کے گورنر ہاؤس پر مجاہدین نے راکٹوں سے حملہ کیا، گورنر ہاؤس میں کٹھ پتلی انتظامیہ کے گورنر، قومی سلامتی کے نائب وزیر دفاع اور دیگر اعلی حکام موجود تھے۔

بدھ 11 جولائی کو مجاہدین نے صوبہ غزنی میں ضلع رشیدان کے عارضی مرکز کو بھی فتح کیا، 14 جولائی کو ہلمند کے دارالحکومت میں اجرتی فورسز پر مجاہدین نے حملہ کیا جس میں درجنوں اہل کار ہلاک ہوئے۔

21 جولائی کو صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں مجاہدین نے فوجی بیس کو فتح کیا، دو دن بعد صوبہ زابل کے ضلع اتغر کو فتح کیا اور اس کے بعد غزنی کے ضلع گیلان میں فوجی بیس کو فتح کیا، اس کے بعد صوبہ پکتیکا کی صوبائی کونسل کے ارکان نے اعلان کیا کہ ضلع اومنی اور ضلع گیان حکومت کے کنٹرول سے نکل گئے۔

26 جولائی کو کابل شہر میں صفریک فوجی یونٹ پر مجاہدین نے حملہ کیا جس کے نتیجے میں دس کمانڈو ہلاک اور زخمی ہوئے، اسی روز میدان وردگ کے ضلع سید آباد میں بھی مجاہدین نے کمانڈوز پر حملہ کیا جس میں متعدد اہل کار ہلاک اور زخمی ہوئے، 28 جولائی کو مجاہدین نے صوبہ تخار میں ضلع خواجہ غار کو بھی فتح کیا۔

کئی سالوں سے امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے غیر ملکی قابض افواج کے خلاف جہاد شروع کیا ہے اور افغان جنگ کا بنیادی سبب بھی قابض قوتوں کا ناجائز قبضہ ہے جن کے خلاف مجاہدین برسرپیکار ہیں، تاہم انہوں نے میڈیا کے بل بوتے پر مجاہدین کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کیا اور امریکا کو افغانستان کا قریبی دوست قرار دیا اور رائے عامہ کو گمراہ کرنے کے لئے میڈیا کے ذریعے بڑے پیمانے پر پروپیگنڈہ کیا گیا تاہم 2 جولائی کو پارلیمنٹ کے چند ارکان نے اس حقیقت کا اعتراف کیا کہ یہ جنگ بیرونی قوتوں کی ہے اور صرف وہی قوتیں یہ جنگ ختم کر سکتی ہیں۔

کابل انتظامیہ کے باہمی اختلافات:

جس دن امریکی وزیر خارجہ جان کیری نے مخلوط حکومت کے قیام کا اعلان کیا اس وقت سے کابل انتظامیہ کے درمیان مختلف قومی اور نجی مسائل پر اختلافات اور کشمکش کا سلسلہ جاری ہے، جولائی کے پہلے ہفتے میں اشرف غنی کے اہل کاروں نے جنرل دوستم کے قریبی دوست اور کمانڈر کو فاریاب کے ضلع قیصار میں گرفتار کیا اور

انہیں کابل منتقل کیا جس کے بعد اگلے روز اس کمانڈر کے حامیوں نے اشرف غنی کے خلاف بھرپور احتجاج کا اعلان کیا، ریلیاں نکالیں اور مظاہرے کئے، مشتعل مظاہرین نے صوبہ فاریاب میں گورنر ہاؤس کو آگ لگادی، اشرف غنی کے اہل کاروں نے مشتعل مظاہرین کو منتشر کرنے کے لئے ان پر فائرنگ کردی جس کے نتیجے میں متعدد افراد جاں بحق اور زخمی ہوئے، اس کے بعد احتجاج میں شدت آئی اور فاریاب کے قریب دیگر صوبوں تک احتجاج پھیل گیا، 13 جولائی کو گلم جم کے حامیوں نے صوبہ جوزجان پر بھی اپنی گرفت مضبوط کرلی اور گورنر ہوا اپنے دفتر سے بے دخل کر دیا، اشرف غنی نے دباؤ میں آکر مجبور ہوا کہ جنسی تشدد اور دیگر جرائم میں ملوث جنرل دوستم کو وطن واپس آنے کی اجازت دیں، جس کے بعد جنرل دوستم نے ایک سال جلا وطنی کے بعد واپس وطن آنے کا اعلان کیا اور دو دن بعد واپس کابل لوٹ گئے۔

حملہ آوروں کے موقف میں تبدیلی:

موجودہ بدترین صورتحال، حملہ آوروں اور ان کے غلاموں کی مسلسل شکست اور مجاہدین کی طرف سے شہروں کی فتوحات ظاہر کرتا ہے کہ حملہ آور افغانستان کے بارے میں اپنا موقف تبدیل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کیوں کہ وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے ہیں کہ ان کی جنگ ان کے لئے غیر مفید ہے، اس سلسلے میں 4 جولائی کو میڈیا نے رپورٹ شائع کی کہ پینٹاگون نے افغان جنگ کے بارے میں سیاسی اور مفاہمت انگیز پالیسی اختیار کرنے پر غور شروع کیا ہے۔ 11 جولائی کو نیٹو سیکرٹری جنرل نے کہا کہ نیٹو افغانستان میں جنگ کو ختم کرنے کے لئے پرامن حل کی تلاش کر رہا ہے۔

16 جولائی کو امریکی میڈیا نے رپورٹ شائع کی کہ وائٹ ہاؤس نے اپنے سفارتکاروں کو ہدایت کی کہ ہے کہ وہ طالبان کے ساتھ رابطہ قائم کر کے افغان تنازع کا حل نکالیں، اسی روز افغانستان میں امریکی فوج کے جنرل کمانڈر جنرل نیکلسن نے بھی کہا کہ وہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لئے تیار ہیں، 18 جولائی کو پارلیمنٹ کے چند ارکان نے کہا کہ طالبان کے ساتھ مذاکرات کے لئے کابل انتظامیہ کے پاس صلاحیت نہیں ہے، اس لئے وہ امریکا کی اس بات کی حمایت کریں گے کہ وہ طالبان کے ساتھ براہ راست مذاکرات کرے، 31 جولائی کو ایک برطانوی اخبار نے لکھا کہ ٹرمپ کا حوصلہ ختم ہوا اور ممکن ہے کہ وہ افغانستان سے اپنی فوج کی واپسی کا اعلان کریں۔

جارحیت کی حمایت میں دو عنوان کے تحت اجتماعات:

10 جولائی کو سعودی عرب کے جدہ شہر میں علماء کانفرنس کے نام سے ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں چند ممالک کے درباری علماء کو مدعو کیا تھا انہوں نے تنخواہ کو حلال کرنے کے لئے امریکی جارحیت کی حمایت کی، امریکی جارحیت کے خلاف افغان مجاہد عوام کی مزاحمت کو حرام قرار دیا اور مجاہدین سے مطالبہ کیا کہ وہ طاغوتی قوتوں کے خلاف جہاد ختم کر کے ان کے سامنے سر جھکائیں، اسی روز برسلز میں نیٹو کا اجلاس ہوا جس میں شریک رہنماؤں نے افغان جنگ کو جاری رکھنے پر زور دیا۔

قوم کے مسلمہ علماء نے فرمائشی فتوی مسترد کر دیا اور اس کو قرآن کریم کی آیات اور احادیث کی واضح مخالفت قرار دیتے ہوئے کہا کہ امریکا کی فرمائش پر چند درباری علماء کے نام نہاد فتوی کی کوئی حیثیت نہیں ہے، اسی طرح امارت اسلامیہ نے بھی اس قسم کے نمائشی فتوی کو مسترد کرتے ہوئے اعلان کیا کہ نمائشی فتوی کے اجراء سے افغان جہاد پر کوئی منفی اثر نہیں پڑے گا۔

کابل انتظامیہ کے سربراہ کی توہین:

کابل انتظامیہ کے سربراہ اس وقت رسوا ہوئے جب وہ برسلز سفر کے دوران عزت کی تلاش میں تھے، 10 جولائی کو نیٹو کا سربراہی اجلاس ہوا جس میں اشرف غنی نے بھی شرکت کی تاہم ایئرپورٹ پر اترنے کے بعد کسی نے ان کا استقبال کیا اور نہ ہی ان کو اجلاس کے مقام تک لے جانے کے لئے گاڑی فراہم کی گئی، عام طور پر ملک کے صدر یا وزیراعظم کو جو پروٹوکول ملتا ہے، جس انداز سے مہمان کا استقبال کیا جاتا ہے اس طریقے سے اشرف غنی کا استقبال ہوا اور نہ ہی انہیں پروٹوکول دیا گیا اس لئے غنی نے مجبور ہر ہوائی اڈے پر عام مسافر کی طرح انتظار کیا اور اس کے بعد افغان سفارت خانے کی گاڑی میں سفر کیا۔

اس کے بعد اجلاس کے اختتام پر ٹرمپ اور نیٹو کے سیکرٹری جنرل نے ان کی فرمائش کے باوجود ان سے ملاقات نہیں کی اور انہیں نظر انداز کر دیا۔

ذی قعدہ میں ہونے والی کارروائیوں کا جدول

نمبر شمار	صوبہ	کارروائیوں کی تعداد	فدائی حملے	دشمن کے مالی اور جانی نقصانات: صلیبیوں کی اموات	صلیبیوں کے زخمی	ایجنٹوں کے مقتولین	ایجنٹوں کے زخمی	فوجی گاڑیوں اور ٹینکوں کی تباہی	عام شہریوں اور مجاہدین کی جانی نقصانات: مجاہدین کے شہداء	مجاہدین کے زخمی	گاڑیوں کی تباہی
-1	قندھار	71				155	54	38	2	7	0
-2	ہلمند	192	1			394	219	38	11	11	1
-3	زابل	58				143	43	18	3	1	0
-4	روزگان	31		1	1	144	15	6	2	3	0
-5	فراہ	54				85	44	9	3	7	0
-6	غور	11				10	9	2	1	3	0
-7	ہرات	31		3	3	75	36	8	3	6	0
-8	نیمروز	15				35	9	2	0	1	0
-9	بادغیس	27				27	31	4	1	4	0
-10	فاریاب	45				70	46	10	1	1	0
-11	کونڑ	33				19	30	3	1	0	0
-12	ننگرہار	30		1		74	48	6	1	2	0
-13	لغمان	9				17	21	5	0	0	0
-14	نورستان	5				13	4	2	0	0	0
-15	کابل	29	1			40	15	6	1	0	1
-16	میدان ورگ	47		3		78	41	26	5	6	0
-17	غزنی	69				474	389	54	17	28	0
-18	خوست	22				18	4	3	0	0	0
-19	لوگر	54			2	133	48	22	0	0	0
-20	کاپیسا	8				15	6	2	0	0	0
-21	پروان	18	1	9	11	16	10	8	1	2	0
-22	پکتیکا	27				76	66	8	1	2	0
-23	پکتیا	48				110	114	22	6	7	0
-24	قندوز	24		2	1	74	53	7	1	5	0
-25	بغلان	6				8	23	1	0	0	0
-26	تخار	11				43	48	1	0	3	0
-27	سمنگان	2				2	0	0	0	0	0
-28	بدخشان	7				46	35	2	4	6	0
-29	بامیان										
-30	بلخ	25				37	37	2	1	0	0
-31	جوزجان	1									
-32	دای کنڈی	11	1			48	19	0	0	0	1
-33	سرپل	1				0	5	0	0	0	0
-34	پنج شیر	1	0			8	13	2	0	0	0
	مجموعہ	**1023**	**4**	**19**	**18**	**2487**	**1535**	**317**	**66**	**105**	**3**

http://pakistancyberforce.com

SHARIAT

Monthly Islamic Magazine

7 th Year August 2018

جب امریکا افغانستان میں آیا تھا، دنیا جہاں کی مادی قوتیں اس کی ہمنوا تھیں۔ کوئی خوشی اور اپنے مقاصد کے تحت اس کا ساتھ دے رہا تھا اور کوئی ڈر کر اور امریکی خوشنودی کے لیے اس کی صف میں جا کھڑا ہوا تھا۔

تب امارت اسلامیہ کو ایک نئی جنگ کا سامنا تھا۔ اس میں اپنے اور پرائے سب امارت کے دشمن بن گئے تھے۔ ایک دم سے ایک بڑی جنگ مسلط ہونے سے امارت کو کچھ عرصہ مشکلات کا سامنا ضرور کرنا پڑا۔ البتہ اس کے حوصلے اس طور بلند تھے 'اللہ ہی ہمارا مددگار ہے۔' چناں چہ اللہ تعالی نے مجاہدین کے لیے جس مدد کا وعدہ فرما رکھا ہے، وہ دھیرے دھیرے ظاہر ہونا شروع ہو گئی۔ پہلے امارت کی جوابی کارروائیوں میں کبھی کوئی ایک امریکی یا افغان فوجی قتل ہوتا تھا۔ اب وہ مدد اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ایک ہلکی پھلکی کارروائی میں دشمن کے پورے کے پورے علاقے امارت اسلامیہ کی عمل داری میں شامل ہو رہے ہیں۔